نضر الله امرأ سمع منا حديثا فحفظه حتى يبلغه

ماهنامه الحديث حضرو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ

القرآن الحدیث

شمارہ نمبر 83

ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ اپریل ۲۰۱۱ء

مدیر: حافظ زبیر علی زئی

مکتبۃ الحدیث

حضرو اٹک : پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ

ماہنامہ الحدیث حضرو

نضر اللّٰه امرءًا سمع منّا حديثًا فحفظه حتّى يبلّغه

جلد: 8 | ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ اپریل ۲۰۱۱ء | شمارہ: 4

مدیر
حافظ زبیر علی زئی

معاونین
حافظ ندیم ظہیر
ابوخالد شاکر
ابوجابر عبداللہ دامانوی

قیمت
فی شمارہ : 20 روپے
سالانہ : 200 روپے
علاوہ محصول ڈاک
پاکستان: مع محصول ڈاک
300 روپے

خط کتابت
مکتبۃ الحدیث
حضرو ضلع اٹک

ناشر حافظ شیر محمد
0300-5288783

مقام اشاعت
مکتبۃ الحدیث
حضرو ضلع اٹک

برائے رابطہ
0302-5756937

اس شمارے میں

اضواء المصابیح

۲٦۱) **وعن عون قال قال عبدالله بن مسعود :منهومان لا يشبعان صاحب العلم و صاحب الدنيا ولا يستويان، أما صاحب العلم فيزداد رضى للرحمٰن وأما صاحب الدنيا فيتمادى في الطغيان. ثم قرأ عبدالله :**
﴿ كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۝ اَن رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ﴾ قال وقال الآخر:
﴿ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ﴾ . رواه الدارمي .

اورعون (بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود الہذلی رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ (سیدنا) عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: دو حرص کرنے والے کبھی سیر نہیں ہوتے: صاحبِ علم اور صاحبِ دنیا اور یہ دونوں برابر نہیں ہیں۔ صاحبِ علم سے رحمان (اللہ تعالیٰ) کی رضامندی میں اضافہ ہی ہوتا ہے اور صاحب دنیا تو سرکشی میں مبتلا رہتا ہے، پھر عبداللہ (رضی اللہ عنہ) نے درج ذیل آیت تلاوت فرمائی: ہرگز نہیں، بے شک انسان سرکشی کرتا ہے، کیونکہ وہ اپنے آپ کو مستغنی (بے نیاز) سمجھتا ہے۔ (العلق:٦)

اور دوسرے آدمی کی مثال انھوں نے یہ بیان فرمائی:

اللہ سے تو اس کے بندوں میں صرف علماء ڈرتے ہیں۔ (فاطر:۲۸)

اسے دارمی (۹٦/۱ ح۳۳۹، دوسرا نسخہ:۳۴۴) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس اثر کی سند ضعیف ہے۔

اس میں وجۂ ضعف یہ ہے کہ عون بن عبداللہ رحمہ اللہ نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا تھا، لہٰذا یہ سند منقطع ہے۔ نیز دیکھئے حدیث سابق:۲٦۰

۲٦۲) **وعن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ : ((إن أناسًا من أمتي سيتفقهون في الدين ويقرؤون القرآن يقولون : نأتي الأمراء فنصيب من**

دنياهم ونعتزلهم بديننا . ولا يكون ذلك كما لا يجتنى من القتاد إلا الشوك، كذلك لا يجتنى من قربهم إلا - قال محمد بن الصباح : كأنه يعني الخطايا .)) رواه ابن ماجه .

اور (سیدنا) ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری اُمت میں سے کچھ لوگ دین میں تفقہ سیکھیں گے اور قرآن پڑھیں گے، وہ کہیں گے: ہم امیروں کے پاس جاتے ہیں تاکہ اُن کی دنیا میں سے کچھ حاصل کریں اور اپنے دین میں ہم اُن سے دور رہیں گے، اور اس طرح نہیں ہوگا۔ جس طرح جھاڑی سے کانٹوں کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا، اسی طرح ان (امراء) کے قرب سے بقول محمد بن الصباح (راوی الحدیث): صرف گناہ ہی حاصل ہوں گے۔ اسے ابن ماجہ (۲۵۵) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔ اس کے راوی ولید بن مسلم الشامی رحمہ اللہ ثقہ صدوق و مدلس تھے اور یہ روایت عن سے ہے، لہٰذا ضعیف ہے۔

عبیداللہ بن مغیرہ بن ابی بردہ مجہول الحال ہے۔ حافظ ذہبی نے فرمایا: ''**غير معروف**''
(الکاشف ۲/۲۰۵ ت ۳۶۴۱)

۲٦٣) وعن عبد اللّٰه بن مسعود قال : لو أن أهل العلم صانوا العلم ووضعوه عند أهله لسادوا به أهل زمانهم ولكنهم بذلوه لأهل الدنيا لينالوا به من دنياهم فهانوا عليهم، سمعت نبيكم ﷺ يقول : ((من جعل الهموم همًّا واحدًا همّ آخرته كفاه اللّٰه همّ دنياه ومن تشعبت به الهموم [في] أحوال الدنيا لم يبال اللّٰه في أي أوديتها هلك .)) رواه ابن ماجه.

اور (سیدنا) عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ اگر اہلِ علم علم کی حفاظت کرتے اور اسے اس کے اہل (مستحقین) تک پہنچاتے تو اپنے زمانے والوں کے سردار بن جاتے، لیکن انھوں نے اسے دنیا حاصل کرنے کے لئے دنیا داروں کے لئے صَرف کیا تو وہ اُن کی نظروں میں ذلیل ہو گئے۔ میں نے تمھارے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: جو شخص

تمام غموں کو ایک غم یعنی آخرت کا غم بنا لے تو اللہ اس کے دنیا کے غموں کے لئے کافی ہے اور جس کے تفکرات دنیا کے حالات کے لئے بکھر جائیں تو اللہ کو کوئی پروا نہیں کہ یہ شخص دنیا کی کن وادیوں میں ہلاک ہوتا ہے۔ اسے ابن ماجہ (۲۵۷) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: یہ روایت ضعیف ہے۔

اس میں وجۂ ضعف دو ہیں:

۱: نہشل بن سعید شدید مجروح اور ساقط العدالت راوی ہے۔ اس کے بارے میں امام ابوداود الطیالسی اور امام اسحاق بن راہویہ دونوں نے کہا: "**كذاب**"

(کتاب الجرح والتعدیل ۴۹۶/۸ وسندہ صحیح)

حاکم نیشاپوری نے کہا: "**روى عن الضحاك بن مزاحم الموضوعات ...**"

اس نے ضحاک بن مزاحم سے موضوعات (موضوع روایتیں) بیان کی ہیں۔

(المدخل الی الصحیح ص ۲۱۸ ت ۲۰۹)

یہ روایت بھی ضحاک سے ہے، لہٰذا موضوع ہے۔

۲: معاویہ بن سلمہ النصری مجہول الحال ہے اور بعض غیر موثق روایتوں میں اس کی توثیق بھی مروی ہے۔

اخلاق العلماء للآجری (ص ۹۲) میں یہی روایت شعیب بن ایوب: **أخبرنا عبداللّٰه بن نمير : أخبرنا معاوية النصري... إلخ** کی سند سے موجود ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ نہشل اس روایت کے ساتھ منفرد نہیں ہے، اس روایت کے سارے شواہد ضعیف ہیں۔

تنبیہ: سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من كانت الدنيا همه فرّق اللّٰه عليه أمره و جعل فقره بين عينيه ولم يأته من الدنيا إلا ما كتب له، ومن كانت الآخرة نيته جمع اللّٰه له أمره و جعل غناه في قلبه و أتته الدنيا و هي راغمة .))

جسے (صرف) دنیا کا ہی غم ہو، اللہ اُس کے معاملات منتشر کر دیتا ہے اور اس کی آنکھوں پر

غربت طاری کر دیتا ہے، اسے دنیا میں سے وہی ملتا ہے جو اس کی قسمت میں ہے۔
اور جسے آخرت کا غم ہو تو اللہ اس کے معاملات اکٹھے کر دیتا ہے اور اس کے دل میں بے نیازی پیدا کر دیتا ہے، دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آتی ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۴۱۰۵ وسندہ صحیح وحسنہ الترمذی: ۲۴۵۶ وصححہ ابن حبان: ۷۲ والبوصیری فی زوائد ابن ماجہ)

یہ صحیح حدیث مذکورہ روایت سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

فائدہ: احوال الدنیا سے پہلے فی کا لفظ مشکوۃ کے نسخوں سے گر گیا ہے، لہٰذا اس کا اضافہ اصل سنن ابن ماجہ سے کیا گیا ہے۔

۲٦٤) ورواه البيهقي في شعب الإيمان عن ابن عمر من قوله :
((من جعل الهموم)) إلٰى آخره .

اور بیہقی نے شعب الایمان (۱۰۳۴۰، دوسرا نسخہ: ۹۸۵۷) میں آپ کا ارشاد: جس نے تمام غموں کو بنایا، الخ روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

نیز دیکھئے المستدرک (۳۲۸/۴۔۳۲۹ ح ۷۹۳۴ وصححہ وقال الذہبی: یحییٰ ضعفوہ)
اس کا راوی ابوعقیل یحییٰ بن المتوکل المدنی صاحب بھیہ ضعیف ہے۔
دیکھئے تقریب التہذیب (۷۶۳۳)
نیز دیکھئے حدیث سابق: ۲۶۳

۲٦٥) وعن الأعمش قال قال رسول اللّٰه ﷺ :((آفة العلم النسيان وإضاعته أن تحدّث به غير أهله .)) رواه الدارمي مرسلاً .

اور (سلیمان بن مہران) الاعمش (رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علم کی مصیبت بھولنا ہے اور اسے غیر مستحقین کے سامنے بیان کرنا اسے ضائع کرنا ہے۔
اسے دارمی نے (۱۵۰/۱ ح ۶۳۰) روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔

اسے دارمی کے علاوہ ابن ابی شیبہ (۸/ ۵۴۶ ح ۲۶۱۳۰ ومن طریقہ ابن عبدالبر فی جامع بیان العلم وفضلہ ۱/ ۲۱۴ ح ۴۲۵) نے بھی اعمش سے روایت کیا ہے اور دونوں کی سندیں اعمش تک صحیح ہیں، لیکن منقطع ہونے کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے۔

فائدہ: قاضی ابن خلاد الرامہرمزی نے کہا: "**حدثني الحسين بن بهان :ثنا سهل ابن عثمان : ثنا علي بن هاشم عن الأعمش قال : آفة الحديث النسيان و إضاعته أن تحدّث به غير أهله .** "اعمش نے کہا: حدیث کی مصیبت بھولنا ہے اور نااہل کے سامنے بیان کرنا اسے ضائع کردینا ہے۔

(المحدث الفاصل بین الراوی والواعی ص ۵۷۲ ح ۷۹۳)

اس روایت کی سند حسن ہے۔ ابن بہان العسکری سے طبرانی وغیرہ ایک جماعت نے روایت بیان کی اور حافظ ابوعوانہ نے اپنی صحیح ابی عوانہ (ح ۱۵۸۳، الشاملہ) میں حدیث بیان کی ہے، لہٰذا وہ صدوق تھے اور باقی سند حسن ہے۔ والحمدللہ

۲٦٦) **وعن سفيان أن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال لكعبٍ :من أرباب العلم ؟ قال :الذين يعملون بما يعلمون . قال :فما أخرج العلم من قلوب العلماء ؟ قال :الطمع . رواه الدارمي .**

اور سفیان (بن سعید الثوری رحمہ اللہ) سے روایت ہے کہ (سیدنا) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کعب (الاحبار) سے فرمایا: اہلِ علم کون ہیں؟ کعب نے کہا: جو لوگ اپنے علم کے موافق عمل کرتے ہیں۔ انھوں نے پوچھا: علماء کے دلوں سے کون سی چیز علم نکال دیتی ہے؟ انھوں نے کہا: لالچ۔ اسے دارمی (۱/ ۱۴۴ ح ۵۹۰) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

امام سفیان ثوری کی پیدائش سے بہت عرصہ پہلے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تھے، لہٰذا یہ سند منقطع مردود ہے۔ سنن دارمی (ح ۵۸۱، دوسرا نسخہ: ۵۹۵) میں اس کا ایک (بلحاظِ انقطاع) ضعیف شاہد بھی ہے، جس کے باوجود یہ روایت ضعیف ہی ہے۔

حافظ زبیر علی زئی

توضیح الاحکام

صحیح بخاری اور طاہر القادری پارٹی

سوال '' طاہر القادری پارٹی کے ایک بریلوی نے لکھا ہے:

(۱) بخاری شریف میں ایسے راوی موجود ہیں جو قدری، رافضی اور مرجیہ عقائد کے حامل تھے اور ایسے راوی بھی ہیں جو منکر الحدیث، واہی اور وہمی تھے۔

(۲) امام بخاری نے جن راویوں پر خود دوسری کتابوں میں جرح کی ہے۔ صحیح بخاری میں ان سے روایات لے آئے ہیں۔ ہم یہاں صرف دو روایات کو درج کرتے ہیں۔

① ''باب الاستنجاء بالماء'' کے تحت امام بخاری نے ایک روایت اس سند کے ساتھ ذکر کی ہے: ''**حدثنا أبو الولید هشام بن عبدالملك قال: حدثنا شعبة عن أبي معاذ و اسمه عطاء بن أبي میمونة قال: سمعت أنس بن مالك یقول: كان النبي ﷺ إذا خرج لحاجته ...** ''**الحدیث** (صحیح البخاری، طبع کراچی [ح ۱۵۰])

اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہے: عطاء بن ابی میمونہ، اس کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں: ''**عطاء بن أبي میمونة أبو معاذ مولی أنس، و قال یزید بن هارون: مولی عمران بن حصین كان یری القدر .**''

یعنی یہ شخص عقائد قدریہ کا حامل تھا۔ (تاریخ کبیر ۶/ ۴۶۹ ت ۳۰۱۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

② اسی طرح انھوں نے ''کتاب المغازی'' میں ایک حدیث ذکر کی ہے: ''**حدثني عباس ابن الولید۔ وهو النرسي: حدثنا عبدالواحد عن أیوب بن عائذ: حدثنا قیس ابن مسلم قال: سمعت طارق بن شهاب یقول: حدثني أبو موسی الأشعري قال: بعثني رسول الله ﷺ** '' **الحدیث** (صحیح بخاری، طبع کراچی [ح ۴۳۴۶])

اس حدیث میں ایک راوی ہیں ایوب بن عائذ، اس کو بھی امام بخاری نے ''کتاب الضعفاء'' میں درج کیا ہے اور فرماتے ہیں ''أیوب بن عائذ الطائي کان یری الإرجاء'' یہ شخص مرجیہ عقائد کا حامل تھا۔ (کتاب الضعفاء الصغیر:۲۴، دوسرا نسخہ:۲۵، تاریخ کبیر ۱/۴۲۰ ت ۱۳۴۶)

حافظ ذہبی ایوب بن عائذ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: ''امام بخاری نے ایوب بن عائذ کو مرجیہ قرار دے کر اس کا ضعفاء میں شمار کیا ہے اور حیرت ہے کہ اس کو ضعیف قرار دے کر پھر اس سے استدلال کرتے ہیں۔ (میزان الاعتدال ۱/۲۸۹، دوسرا نسخہ ۱/۴۵۹)

اس سے ہمارا مقصد قطعی طور پر یہ نہیں ہے کہ ہم امام بخاریؒ پر کسی قسم کی کوئی تنقید یا اعتراض کر رہے ہیں بلکہ یہ تو اس عمومی خیال کا جواب ہے جو کہا جاتا ہے کہ بخاری شریف کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

مزید طمانیتِ خاطر کے لیے امام بخاری کی کتاب الضعفاء کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ جس میں اور راویوں پر بھی امام بخاری کی جرح موجود ہے اور پھر انہی سے صحیح بخاری میں روایات موجود ہیں۔ المختصر یہ ماننا پڑے گا کہ امام بخاری بھی بشر ہیں جن سے تسامح ممکن ہے۔ اور امام بخاری جیسے جلیل القدر محدث سے بھی اپنی وسعت بھر کوشش کے باوجود بخاری شریف میں روایات لانے میں لغزش ہو ہی گئی۔ اللہ تعالیٰ حق بات سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین '' [بریلوی کی تحریر ختم ہوئی۔]

محترم شیخ صاحب! مذکورہ فوٹو کاپی ''طاہر القادری'' پارٹی کے ایک فرد نے دی ہے۔ اس سے چند دن ''بخاری شریف'' پر بحث ہوئی۔ اس کا موقف یہ ہے کہ بخاری شریف میں کمزور عقائد کے راوی ہیں، اس لیے بخاری میں اٹھارہ (۱۸) روایتیں ضعیف ہیں۔ اس سے مطلوبہ روایتوں کی وضاحت طلب کی تو اس نے بخاری شریف کی دو روایتوں کے نامکمل حوالے دیئے اور کہا کہ اس میں یہ راوی ضعیف ہیں، مثلاً ''زہیر بن محمد تیمی، عبداللہ بن کیسر، عبدالوارث بن سعید، کہمس بن منہال، عبدالملک بن اعین، عطاء بن یزید، مروان بن حکم'' اسی تحریر کے تناظر میں سوال یہ ہے:

مسئلہ: کیا بخاری شریف میں معلّق روایات کے علاوہ، دیگر روایات میں کوئی روایت ضعیف ثابت ہے؟ نیز معلّقات کی بھی وضاحت فرما دیں اور اس کا جواب ''الحدیث'' میں شائع کر دیں۔ اللہ آپ کو صحت وتندرستی عطا فرمائے۔ جزاکم اللہ خیراً (خالد اقبال سوہدری)

الجواب جس راوی کو جمہور محدثین کرام ثقہ وصدوق قرار دیں، اسے اگر کسی نے قدری، رافضی یا مرجیہ عقائد کا حامل قرار دیا ہے تو ایسا راوی ضعیف نہیں ہوتا بلکہ ثقہ وصدوق یعنی صحیح الحدیث اور حسن الحدیث ہوتا ہے۔ ایسے راوی پر بدعتی وغیرہ کی جرح غیر موثر اور مردود ہوتی ہے۔

۱: امام ابن خزیمہ النیسابوری رحمہ اللہ نے ایک شیعہ راوی کے بارے میں فرمایا:

'' نا عباد بن يعقوب ـ المتهم في رأيه ، الثقة في حديثه ''

ہمیں عباد بن یعقوب نے حدیث بیان کی۔ وہ اپنی رائے میں تہمت زدہ (اور) اپنی حدیث میں ثقہ ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ ۲/۳۷۶۔۳۷۷ ح ۱۴۹۷)

۲: امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے عاصم بن ضمرہ کے بارے میں فرمایا: ''ثقة شيعي''

(من کلام ابی زکریا یحییٰ بن معین، روایۃ ابی خالد الدقاق یزید بن الھیثم البادا: ۱۵۹)

ایک راوی کو امام ابن معین نے ثقہ وغیرہ کہا تو ایک آدمی نے کہا: وہ شیعہ ہے، امام ابن معین نے جواب دیا: ''و شيعي ثقة و قدري ثقة'' اور شیعہ ثقہ (ہوتا) ہے اور قدری ثقہ (ہوتا) ہے۔ (سوالات ابن الجنید: ۶۱۷)

۳: امام ابوزرعہ الرازی رحمہ اللہ نے ابراہیم بن یزید بن شریک التیمی کے بارے میں فرمایا: ''كوفي ثقة مرجئ'' (کتاب الجرح والتعدیل ۲/۱۴۵)

۴: امام یعقوب بن سفیان الفارسی رحمہ اللہ نے محمد بن فضیل بن غزوان کے بارے میں فرمایا: '' ثقة شيعي '' (کتاب المعرفۃ والتاریخ ۳/۱۱۲)

۵: امام عجلی رحمہ اللہ نے محمد بن فضیل بن غزوان کے بارے میں فرمایا:

''كوفي ثقة و كان يتشيع'' (التاریخ بترتیب الہیثمی والسبکی: ۱۶۳۵)

۶: امام ابن شاہین البغدادی نے عاصم بن ضمرہ کے بارے میں فرمایا:

" ثقة شيعي "(تاریخ اسماء الثقات:۸۳۲)

۷: اہلِ سنت کے مشہور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ثور بن یزید کے بارے میں فرمایا:

" كان يرى القدر وهو ثقة في الحديث "وہ قدری مذہب کا قائل تھا اور وہ حدیث میں ثقہ ہے۔ (کتاب العلل ومعرفۃ الرجال ۲/۵۷ ت ۱۵۹۴)

۸: امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ نے عدی بن ثابت کے بارے میں فرمایا:

" هو صدوق، كان إمام مسجد الشيعة و قاصهم " وہ سچا ہے، وہ شیعوں کی مسجد کا امام اور ان کا واعظ (خطیب) تھا۔ (کتاب الجرح والتعدیل ۷/۲)

۹: متاخرین میں سے اسماء الرجال کے ماہر حافظ ذہبی نے حسان بن عطیہ کے بارے میں فرمایا: "ثقة عابد نبيل لكنه قدري "(الکاشف ۱/۱۵۷ ت ۱۰۱۱)

اور ابان بن تغلب کے بارے میں فرمایا: "شيعي جلد لكنه صدوق ، فلنا صدقه وعليه بدعته "وہ کٹر شیعہ، لیکن سچا ہے، پس ہمارے لئے اس کی سچائی ہے اور اس کی بدعت (کا وبال) اسی پر ہے۔ (میزان الاعتدال ۱/۵)

اس اصول سے حافظ ذہبی نے یہ مسئلہ سمجھا دیا کہ ثقہ وصدوق بدعتی کی روایت مقبول ہوتی ہے۔

۱۰: متاخرین میں سے اسماء الرجال کے دوسرے بڑے ماہر حافظ ابن حجر العسقلانی نے عبدالملک بن مسلم بن سلام کے بارے میں کہا: "ثقة شيعي " (تقریب التہذیب:۴۲۱۶)

اور ثور بن یزید کے بارے میں فرمایا: "ثقة ثبت إلا أنه يرى القدر "

یعنی وہ ثقہ ثبت قدری تھا۔ (تقریب التہذیب:۸۶۱)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے حوالے موجود ہیں، مثلاً امام سفیان بن سعید الثوری رحمہ اللہ نے قدری راوی ثور بن یزید کے بارے میں فرمایا:

" خذوا عنه واتقوا قرنيه (يعني) أنه كان قدريًا " اس سے (حدیث) لے لو اور

اس کے سینگوں سے بچ جاؤ، یعنی وہ قدری تھا۔ (کتاب الجرح والتعدیل ۲/ ۴۶۸ وسندہ صحیح)

ثابت ہوا کہ جلیل القدر محدثین اور سلف صالحین کے نزدیک ثقہ وصدوق بدعتی راوی کی روایت صحیح و حسن اور حجت ہوتی ہے۔

اس اصولی بحث و تحقیق کے بعد صحیح بخاری کے دونوں راویوں: عطاء بن ابی میمونہ اور ایوب بن عائذ کے بارے میں تحقیق علی الترتیب پیشِ خدمت ہے:

۱) تہذیب الکمال اور تہذیب التہذیب وغیرہما میں عطاء بن ابی میمونہ پر درج ذیل علماء سے جرح مذکور ہے:

ابو حاتم الرازی، بخاری، عقیلی، ابن سعد، ابن الجوزی اور ابن عدی (کل تعداد: ۶)

ان کے مقابلے میں درج ذیل علماء سے توثیق و تصحیح مذکور ہے:

یحییٰ بن معین، ابو زرعہ الرازی، ابن سعد، ابن حبان، یعقوب بن سفیان الفارسی، عجلی، ابن شاہین، بخاری اور مسلم (کل تعداد: ۹)

اگر مزید تلاش کی جائے تو اور بھی کئی توثیقی حوالے مل سکتے ہیں، لہٰذا ثابت ہوا کہ عطاء بن ابی میمونہ جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ یا صحیح الحدیث تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجر نے فرمایا: ''**ثقة رمي بالقدر**'' (تقریب التہذیب: ۴۶۰۱)

اور حافظ ذہبی نے فرمایا: ''**صدوق**'' بہت سچا۔ (الکاشف ۲/ ۲۳۳ ت ۳۸۶۱)

شروع میں عرض کر دیا گیا ہے کہ جس راوی کو جمہور محدثین، ثقہ وصدوق قرار دیں، اس پر قدری وغیرہ کی جرح غیر موثر اور مردود ہے۔

تنبیہ: امام بخاری نے انھیں ان پر قدری ہونے کے اعتراض کی وجہ سے کتاب الضعفاء میں ذکر کیا، لیکن خود انھیں ضعیف و مجروح قرار نہیں دیا، بلکہ صحیح بخاری میں ان کی روایات سے استدلال کر کے یہ ثابت کر دیا کہ ثقہ وصدوق بدعتی کی روایت صحیح و حسن ہوتی ہے۔

اس بات کی تائید ایوب بن عائذ کے بارے میں امام بخاری کے کلام سے بھی ہوتی ہے، جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ ان شاء اللہ

کتاب الجرح والتعدیل کے محقق (شیخ معلّمی یمانی رحمہ اللہ) نے فرمایا:

''والبخاري ربما يذكر في كتاب الضعفاء بعض الصحابة الذين روي عنهم شئ لم يصح و مقصوده بذلك ضعف المروي لا ضعف الصحابي''

اور بخاری بعض اوقات کتاب الضعفاء میں بعض صحابہ بھی ذکر کر دیتے ہیں جن سے کوئی روایت مروی ہوتی ہے، لیکن وہ صحیح ثابت نہیں ہوتی۔ اس سے اُن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ روایت ضعیف ہے، یہ مقصد نہیں ہوتا کہ صحابی ضعیف ہے۔ (حاشیہ ۲۲/۳)

اسی طرح امام بخاری بعض (ثقہ وصدوق عندالجمہور) راویوں کو ارجاء یا قدریہ وغیرہ کی وجہ سے کتاب الضعفاء میں ذکر کر دیتے تھے، مگر وہ راوی اُن کے نزدیک ضعیف نہیں ہوتا تھا، جیسا کہ انھوں نے ایوب بن عائذ کو ارجاء کے باوجود صدوق (بہت سچا) قرار دیا۔

۲) ایوب بن عائذ کو ارجاء کا معتقد تو قرار دیا گیا ہے، مگر حدیث میں اُس پر کوئی قابلِ ذکر جرح نہیں، اسے صرف ارجاء کی وجہ سے امام ابوزرعہ الرازی (اور امام بخاری) نے کتاب الضعفاء میں ذکر کیا، جبکہ درج ذیل علماء سے توثیق منقول ہے:

یحییٰ بن معین، ابوحاتم الرازی، بخاری، مسلم، نسائی، ابن المدینی، ابن حبان، ابن شاہین اور عجلی وغیرہم (کل تعداد: ۹)

جمہور کے مقابلے میں ایک دو یا بعض یا اقلیت کی جرح مردود ہوتی ہے۔

امام بخاری نے ایوب بن عائذ کے بارے میں فرمایا: **''كان يرى الإرجاء وهو صدوق''** وہ ارجاء کے قائل تھے اور وہ صدوق (بہت سچے) تھے۔ (الضعفاء: ۲۴، وتحقیقی: ۲۵)

معلوم ہوا کہ امام بخاری کے نزدیک ایوب بن عائذ صدوق یعنی حسن الحدیث یا صحیح الحدیث تھے، لہٰذا ارجاء کی وجہ سے ان کی روایات کو ضعیف قرار دینا امام بخاری کے نزدیک بھی غلط ہے۔

معترض نے ''وهو صدوق'' کے الفاظ چھپا کر انتہائی مذموم حرکت کا ارتکاب کیا ہے۔

تنبیہ: ایوب بن عائذ کے تحت امام بخاری کے بارے میں حافظ ذہبی کا میزان الاعتدال میں قول: ''و یغمزہ '' بخاری کے اپنے قول: ''وھو صدوق '' کی وجہ سے غلط ہے۔

بریلویوں کے ''ہم فقہ'' بھائی سرفراز خان صفدر دیو بندی نے کیا ہی خوب لکھا ہے کہ ''بایں ہمہ ہم نے توثیق وتضعیف میں جمہور آئمہ جرح وتعدیل اور اکثر آئمہ حدیث کا ساتھ اور دامن نہیں چھوڑا۔ مشہور ہے کہ ع زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو۔''

(احسن الکلام ج ا ص ۴۰، دوسرا نسخہ ص ۶۱)

عبدالوہاب بن علی السبکی (متوفی ۷۷۱ھ) نے لکھا ہے کہ ''**الجرح مقدّم إن کان عدد الجارح أکثر من المعدل اجماعًا** . . . '' اور اس پر اجماع ہے کہ اگر جارحین معدلین کے مقابلے میں زیادہ ہوں تو جرح مقدم ہوتی ہے...

(قاعدۃ فی الجرح والتعدیل للسبکی ص ۵۰)

اس اجماع (یا جمہور) کے مفہوم سے یہ استدلال کیا جا سکتا ہے کہ اگر معدلین کی تعداد زیادہ ہو تو تعدیل یعنی توثیق مقدم ہو گی اور ہمارے نزدیک یہی راجح ہے۔

تنبیہ: طاہر القادری پارٹی والے کا یہ کہنا کہ بخاری شریف میں ''ایسے راوی بھی ہیں جو منکر الحدیث واہی اور وہمی تھے۔'' بالکل غلط اور جھوٹ ہے۔

ہمارا یہ چیلنج ہے کہ صحیح بخاری کے اصول میں ایک راوی بھی ایسا نہیں جسے جمہور نے منکر الحدیث، واہی، وہمی یا ضعیف قرار دیا ہو۔ والحمدللہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ امام بخاری بشر تھے اور ان سے تسامح ممکن تھا، مگر یاد رہے کہ صحیح بخاری کو تلقی بالقبول حاصل ہے اور اس وجہ سے صحیح بخاری کی تمام مرفوع سند متصل روایات یقیناً صحیح ہیں۔

عینی حنفی نے کہا: مشرق ومغرب کے علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کتاب اللہ کے بعد بخاری ومسلم سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ۱/۵)

ملا علی قاری نے کہا: پھر علماء کا اتفاق ہے کہ صحیحین کو تلقی بالقبول حاصل ہے اور یہ

دونوں کتابیں تمام کتابوں میں صحیح ترین ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح ۱/۵۸)

شاہ ولی اللہ دہلوی نے فرمایا:

''صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بارے میں تمام محدثین متفق ہیں کہ ان میں تمام کی تمام متصل اور مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں۔ یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک بالتواتر پہنچی ہیں۔ جو ان کی عظمت نہ کرے وہ بدعتی ہے جو مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلتا ہے۔''

(حجۃ اللہ البالغہ اردو مترجم ۱/۲۴۲، از عبدالحق حقانی)

احمد رضا خان بریلوی نے حدیثِ بخاری کو ''اجل واعلیٰ حدیث'' قرار دیا۔

دیکھئے احکام شریعت (حصہ اول ص ۶۲)

بریلویوں کے ایک بزرگ عبدالسمیع رامپوری نے لکھا ہے: ''اور یہ محدثین میں قاعدہ ٹھہر چکا ہے کہ صحیحین کی حدیث نسائی وغیرہ کل محدثوں کی احادیث پر مقدم ہے کیونکہ اوروں کی حدیث اگر صحیح بھی ہوگی تو صحیحین اس سے صحیح اور قوی تر ہوگی'' (انوار ساطعہ ص ۴۱)

بریلوی پیر محمد کرم شاہ بھیروی نے فرمایا: ''جمہور علماء امت نے گہری فکر ونظر اور بے لاگ نقد وتبصرہ کے بعد اس کتاب کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری کا عظیم الشان لقب عطا فرمایا ہے۔'' (سنت خیر الانام ص ۱۷۵، طبع ۲۰۰۱ء)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب: صحیح بخاری پر اعتراضات کا علمی جائزہ (ص ۱۲۔۱۳، ص ۱۷۔۱۸)

معترض مذکور کا یہ کہنا کہ ''بخاری میں اٹھارہ روایتیں ضعیف ہیں۔'' بالکل غلط، باطل اور مردود ہے۔ آپ اسے کہیں کہ تمھیں سترہ روایتیں معاف ہیں، صرف ایک روایت کا ضعیف ہونا اُصولِ حدیث اور اسماء الرجال کی رُو سے (عندالجمہور) ثابت کردو، اپنے ساتھیوں کو بھی ملالو اور اگر نہ کرسکو اور ہرگز نہیں کرسکو گے (ان شاء اللہ)

تو صحیح بخاری کے خلاف طعن وتشنیع والی زبان کو کنٹرول کرو، ورنہ اُخروی پکڑ سے نہیں بچ سکو گے۔ ان شاء اللہ

معترض کا قول: ''بخاری شریف میں کمزور عقائد کے راوی ہیں''، جمہور کی توثیق کے بعد جرح نہیں بلکہ مردود ہے۔

زہیر بن محمد التمیمی، عبدالوارث بن سعید، کہمس بن منہال، عبدالملک بن اعین، عطاء بن یزید اور مروان بن حکم سب جمہور کے نزدیک ثقہ یا صدوق یعنی صحیح الحدیث یا حسن الحدیث تھے، لہٰذا ان پر بعض کی جرح مردود ہے۔

عبداللہ بن کبیر نامی راوی صحیح بخاری کا راوی ہی نہیں بلکہ یہ کتابت کی غلطی یا تصحیف معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

صحیح بخاری کی معلّق روایات انھیں کہا جاتا ہے، جن کی امام بخاری نے مذکورہ مقام پر متصل سند بیان نہیں کی، مثلاً صحیح بخاری، کتاب الایمان کے پہلے باب میں سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ وغیرہ کے اقوال معلّق روایات میں سے ہیں۔ حافظ ابن حجر العسقلانی نے تغلیق التعلیق کے نام سے ایک عظیم الشان کتاب لکھی ہے، جس میں صحیح بخاری کی معلّق روایات کو اپنی استطاعت کے مطابق باسند بیان کر دیا ہے، اور یہ کتاب مقدمے کے ساتھ پانچ جلدوں میں مطبوع ہے۔

ہماری تحقیق کے مطابق صحیح بخاری میں باسند متصل ایسی کوئی مرفوع حدیث نہیں جو ضعیف ہو اور اسی پر ہمارا ایمان ہے۔ والحمدللہ

معترض سے کہیں کہ وہ اپنے طاہر القادری صاحب کو تیار کریں، وہ صحیح بخاری کے اصول میں سے تین مسند متصل مرفوع روایات کا ضعیف ہونا ثابت کرنے کی کوشش کریں، ہم ان شاء اللہ اس کا جواب دیں گے اور صحیح بخاری کی احادیث اور راویوں کا دفاع کریں گے۔

نیز ان سے یہ مطالبہ بھی کریں کہ وہ صحیح ابی حنیفہ یعنی امام ابوحنیفہ کی وہ کتاب جس میں انھوں نے صرف صحیح احادیث کو جمع کیا تھا، پیش کریں تا کہ صحیح بخاری اور صحیح ابی حنیفہ کے درمیان مقارنہ وموازنہ کیا جا سکے۔ و ما علینا إلا البلاغ (۱۱/ دسمبر ۲۰۱۰ء)

زبیر صادق آبادی

آلِ دیوبند انتظار کرنا چھوڑ دیں!

الیاس گھمن دیوبندی کے ایک چہیتے اور ان کے ''مولانا'' ناصر امین قاسم دیوبندی نے گھمن صاحب کے قافلۂ باطل (جلد۴ شمارہ نمبر۳ ص۴۴) پر ایک مضمون بعنوان: ''کیا فرماتے ہیں ......؟'' لکھا۔ اس مضمون میں اس دیوبندی نے اہلِ حدیث علماء سے تیرہ (۱۳) سوالات کا جواب صرف قرآن اور صحیح حدیث سے طلب کیا اور اس کے بعد اسی دیوبندی کا دوسرا مضمون ''مولانا'' کے لاحقہ کے بغیر بعنوان: ''مدعیان قرآن وحدیث کہاں ہیں؟'' شائع ہوا، جس میں اس (ناصر امین قاسم دیوبندی) نے دس (۱۰) سوالات علمائے اہلِ حدیث سے پوچھ کر یہ مطالبہ کیا کہ ''مندرجہ بالا مسائل کو قرآن اور حدیث صحیح صریح کی روشنی میں حل فرمائیں بندہ تا قیامت منتظر رہے گا۔'' (دیکھئے قافلۂ باطل جلد نمبر۵ شمارہ نمبر۱ ص۳۶)

ناصر امین قاسم دیوبندی کے مطالبے میں اگر ''روشنی'' کے لفظ پر غور کیا جائے تو اس دیوبندی کے مطالبے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان مسائل کا حل سرے سے دین اسلام میں موجود ہی نہیں (!) ورنہ پھر ''روشنی'' کا لفظ کم از کم بے معنی ضرور ہے، کیونکہ امین اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''اسی لئے ہر مجتہد کا اعلان یہی ہوتا ہے کہ **القیاس مظھر لا مثبت**۔ کہ قیاس سے کتاب وسنت کی تہہ میں پوشیدہ خدا اور رسول ﷺ کا حکم ظاہر کیا جاتا ہے۔ کوئی حکم از خود گھڑ کر اللہ ورسول ﷺ کے ذمہ نہیں لگایا جاتا۔'' (تجلیات صفدر ۱/۶۱۴)

باقی رہے آلِ دیوبند کے فرضی مسائل اور اُن کے جوابات تو عرض ہے کہ یہ مسائل جب کسی اہلِ حدیث یعنی اہلِ سنت کو پیش آئیں گے تو علماءِ اہلِ حدیث ان شاء اللہ سائل کو مایوس نہیں کریں گے، کیونکہ ان کا کہنا ہے:

''واضح رہے کہ ہمارے مذہب کا اصل الاصول صرف اتباع کتاب وسنت ہے۔''

اسی عبارت پر حاشیہ لکھتے ہوئے خود محدث غازی پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اہل حدیث کو اجماع امت و قیاس شرعی سے انکار ہے کیونکہ جب یہ دونوں کتاب وسنت سے ثابت ہیں تو کتاب وسنت کے ماننے میں ان کا ماننا آ گیا''

(ابراء اہل الحدیث والقرآن ممانی جامع الشواہد من التہمۃ والبہتان ص ۳۲، القول المتین فی الجہر بالتامین ص ۱۷)

مشہور اہلِ حدیث عالم اور شیخ الشیوخ حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

''اہلحدیث کے اصول کتاب وسنت، اجماع اور اقوال صحابہ وغیرہ ہیں، یعنی جب کسی ایک صحابی کا قول ہو اور اس کا کوئی مخالف نہ ہو، اگر اختلاف ہو تو ان میں سے جو قول کتاب و سنت کی طرف زیادہ قریب ہو، اس پر عمل کیا جائے اور اس پر کسی عمل، رائے یا قیاس کو مقدم نہ سمجھا جائے، اور بوقت ضرورت قیاس پر عمل کیا جائے۔ قیاس میں اپنے سے اَعلم پر اعتماد کرنا جائز ہے، یہی مسلک امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، دیگر ائمہ اور اہل حدیث کا ہے۔''

(الاصلاح حصہ اول ص ۱۳۵)

تنبیہ: اگر سطحی مطالعہ کرنے والے کسی دیوبندی کے ذہن میں یہ خیال آئے کہ جب اہلِ حدیث مسلک کی حقیقت یہ ہے تو پھر یہ کن کا قول ہے: ''أوّل من قاس إبلیس''؟

تو اس کے لئے عرض ہے کہ آلِ دیوبند کے ''امام'' سرفراز صفدر دیوبندی کے بقول یہ قول کسی صحابی سے تو ثابت نہیں البتہ یہ ''امام جعفر صادقؒ (المتوفی ۱۴۸ھ) کا قول ہے دراسات اللبیب ص ۳۴۷ طبع قدیم) اور مسند دارمی ص ۳۶ طبع ہند میں۔ حضرت محمدؒ بن سیرینؒ اور مطرؒ سے بھی منقول ہے.... اس لیے کہ اس قیاس سے نص کے مقابلہ میں قیاس مراد ہے'' (دیکھئے الکلام المفید ص ۱۳۳)

یاد رہے کہ ''أوّل من قا س إبلیس'' کا ترجمہ درج ذیل ہے:

سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا۔

الیاس گھمن اینڈ کمپنی کے لئے عرض ہے کہ آپ انتظار کرنا چھوڑ دیں اور تھانہ بھون (بھارت) چلے جائیں، جہاں آلِ دیوبند کے ''حکیم الامت جناب'' اشرفعلی تھانوی کی قبر ہے اور سماع موتی کے تو آپ قائل ہیں (دیکھئے سماع موتی اور خزائن السنن وغیرہما) اور اس

کے بھی قائل ہیں کہ قبر والے دوبارہ اس دنیا میں آسکتے ہیں۔

(دیکھئے ارواح ثلاثہ ص۲۱۲ حکایت ۲۴۶، اشرف السوانح ص۱۵ جلد۱، سوانح قاسمی ۳۳۲/۱)

اور پھر تھانوی صاحب سے اپنے مسلک کی روشنی میں یہ سوالات کریں، کیونکہ اشرفعلی تھانوی صاحب نے لکھا ہے: ''اللہ ورسولؐ نے دین کی سب باتیں قرآن وحدیث میں بندوں کو بتادیں۔ اب کوئی نئی بات دین میں نکالنا درست نہیں۔ ایسی نئی بات کو بدعت کہتے ہیں۔ بدعت بہت بڑا گناہ ہے۔'' (بہشتی زیور حصہ اول ص۳۱۔ باب عقیدوں کا بیان۔عقیدہ نمبر۲۲)

نیز تھانوی نے لکھا ہے: ''کسی کے مشورہ پر عمل کرنا ضروری نہیں خواہ نبی ہی کا مشورہ کیوں نہ ہو'' (اشرف الجواب ص۳۱۶، دوسرا نسخہ ص۳۰۹)

مشورے کا معنی رائے بھی ہوتا ہے۔ دیکھئے علمی اردو لغت (ص۸۰۴)

اگر بہشتی زیور والی عبارت کسی اہلِ حدیث عالم کی ہوتی تو عین ممکن ہے کہ آلِ دیوبند فرضی باتیں بنابنا کر خوب مذاق اڑاتے۔!!

الیاس گھمن اینڈ کمپنی کو اگر تھانوی صاحب کے عقیدے سے اتفاق نہیں تو ناصرامین قاسم دیوبندی کے اٹھائے گئے سوالات کے جوابات امام ابوحنیفہ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت کردیں، کیونکہ آل دیوبند کے مفتی رشید احمد لدھیانوی نے لکھا ہے:

''مقلد کے لئے صرف قول امام ہی حجت ہوتا ہے۔'' (ارشاد القاری ص۲۸۸)

رشید احمد لدھیانوی نے مزید لکھا ہے:

''مقلد کے لئے قول امام حجت ہوتا ہے نہ کہ ادلہ اربعہ'' (ارشاد القاری ص۴۱۲)

اور محمود حسن دیوبندی نے لکھا ہے: ''لیکن سوائے امام اور کسی کے قول سے ہم پر حجت قائم کرنا بعید از عقل ہے'' (ایضاح الادلہ ص۲۷۶، دوسرا نسخہ ۴۸۹)

آلِ دیوبند کے مفتی زرولی خان نے لکھا ہے:

''ہم ابوحنیفہ کے قول کا اعتبار کریں گے کیونکہ ہم حنفی ہیں نہ کہ یوسفی'' (احسن المقال ص۵۳)

بانی ''دارالعلوم'' دیوبند محمد قاسم نانوتوی نے کہا: ''دوسرے یہ کہ میں مقلد امام ابوحنیفہ

کا ہوں، اس لئے میرے مقابلہ میں آپ جو قول بھی بطور معارضہ پیش کریں وہ امام ہی کا ہونا چاہئے۔ یہ بات مجھ پر حجت نہ ہوگی کہ شامی نے یہ لکھا ہے اور صاحب در مختار نے یہ فرمایا ہے، میں ان کا مقلد نہیں۔'' (سوانح قاسمی ۲۲/۲)

اگر آلِ دیوبند اپنے اٹھائے گئے سوالات کے جوابات اپنی ہی شرائط کے مطابق اپنے امام ابوحنیفہ کے صحیح صریح اقوال سے نہ پیش کر سکیں تو پیارے نبی ﷺ کے اس فرمان پر غور کر لیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ابتداء سے تمام انبیاء کا جس بات پر اتفاق رہا ہے وہ یہ ہے کہ جب حیاء نہ ہو تو جو چاہو کرو۔'' (صحیح بخاری ۴۳۰/۱ ترجمہ ظہور الباری دیوبندی)

آلِ دیوبند کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ اگر ان کا مقصد ان سوالات سے یہ ہے کہ قرآن و حدیث میں تو دین نامکمل ہے (!!!) اور فقہ حنفی میں دین مکمل ہے تو اپنے دیوبندی عالم انور شاہ کشمیری کا اعلان سن لیں، انور شاہ کشمیری نے کہا: ''جو یہ خیال کرتا ہے کہ سارا دین فقہ میں ہے اس سے باہر کچھ بھی نہیں وہ راہ صواب سے ہٹا ہوا ہے۔''

(دیکھئے فیض الباری جلد۲ ص۱۰)

تنبیہ: اصل عربی عبارت کا ترجمہ نقل کیا گیا ہے۔

اور قافلۂ باطل میں بغیر کسی تردید کے لکھا ہوا ہے: ''تاہم بہت سے مسائل ایسے ملیں گے اور ہیں جن کا ذکر موجودہ فقہ حنفی کے عظیم الشان ذخیرہ میں نہیں ملتا ہے اور...''

(قافلۂ حق یعنی قافلۂ باطل جلد نمبر۴ شمارہ نمبر۳ ص۱۳)

اگر کسی دیوبندی کا یہ گمان ہو کہ ''جب فقہ حنفی میں بہت سے مسائل کا حل موجود نہیں تو پھر ہمارے علماءِ دیوبند اجتہاد سے ایسے مسائل کا حل بیان کر دیں گے'' تو یہ بھی مشکل ہے، کیونکہ امین اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''خیر القرون کے بعد اجتہاد کا دروازہ بھی بند ہو گیا اب صرف اور صرف تقلید باقی رہ گئی۔''

(تقریظ علی الکلام المفید ص س، نیز دیکھئے تجلیات صفدر ۴۱۲/۳)

اور امین اوکاڑوی نے یہ بھی علانیہ کہا تھا کہ ''ہم نادان ہیں اجتہادی قوت میں، مسائل

میں عالم ہیں۔'' (فتوحات صفدر ۱/ ۲۵۱، دوسرا نسخہ ۱/ ۲۲۱)

نیز اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''مجتہد کتاب وسنت سے نئے پیش آمدہ مسائل اخذ کر سکتا ہے لیکن مقلد نہیں کر سکتا۔'' (تجلیات صفدر ۳/ ۴۳۴)

اور آلِ دیوبند کے امام سرفراز صفدر دیوبندی نے لکھا ہے: ''جس چیز کا نام علمی طور پر اجتہاد ہے راقم اثیم اپنے آپ کو واللہ باللہ اس کا کسی طرح بھی اہل نہیں سمجھتا بقدر وسعت صرف کتابوں کے حوالے دے سکتا ہے اور بس'' (الکلام المفید ص ۶۷)

آلِ دیوبند اہلِ حدیث علماء کا اجتہاد کرنے کی وجہ سے مذاق اڑاتے رہتے ہیں، لیکن چونکہ فقہ حنفی میں بہت سے نئے پیش آنے والے مسائل کا حل موجود نہیں، اس لئے آلِ دیوبند مناظروں میں علمائے اہل حدیث کے سامنے اتنا بوکھلا جاتے ہیں کہ اجتہاد کے قائل اور تقلید کے منکر بن جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر عبدالرشید ارشد دیوبندی کے بقول جب انور شاہ کشمیری دیوبندی سے مناظرہ کے دوران میں: ''اہل حدیث عالم نے پوچھا۔ کیا آپ ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں۔؟ فرمایا نہیں میں خود مجتہد ہوں اور اپنی تحقیق پر عمل کرتا ہوں''

(بیس بڑے مسلمان ص ۳۸۳ مصنف عبدالرشید ارشد دیوبندی)

کیا قافلۂ باطل والے اور موجودہ دور کے دوسرے دیوبندی ''علماء'' میں سے ہر ''عالم'' یہ اعلان کرنے کے لئے تیار ہے کہ ''میں خود مجتہد ہوں اور اپنی تحقیق پر عمل کرتا ہوں۔''؟ اگر تیار ہیں تو بسم اللہ کیجئے!!

شذرات الذہب

☆ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: ''إنّ حقًا علی من طلب العلم أن یکون له وقار وسکینة وخشیة ، وأن یکون متبعًا لأثر من مضی قبله .''

طالب علم پر یہ ضروری ہے کہ اس پر وقار، سکون اور خوفِ الٰہی کے آثار ہوں، اور وہ اپنے اسلاف کے آثار کا متبع ہو۔ (الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع [تحقیق محمد عجاج الخطیب] ۱/ ۲۳۲ ح ۲۱۲ وسندہ حسن، تحقیق محمود الطحان ۱/ ۱۵۶ ح ۲۰۹)

حافظ زبیر علی زئی

تلک الغرانیق کا قصہ اور اس کا رد

ایک قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سورۃ النجم کی درج ذیل آیات تلاوت فرمائیں:

﴿ اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَ الْعُزّٰی ۙ وَ مَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی ﴾

کیا تم نے لات اور عُزیٰ کو دیکھا (غور وفکر کیا) ہے اور منات کو جو تیسری ہے؟ (۱۹۔۲۰)

تو شیطان نے آپ ﷺ کی زبان مبارک پر درج ذیل الفاظ جاری کر دیئے:

"تِلكَ الْغَرانِيقُ الْعُلٰى . وَ شَفاعَتُهُنّ لَتُرتَجى"

یہ بلند و بالا دیویاں ہیں اور ان کی شفاعت کی اُمید ہے۔

پھر نبی ﷺ نے سجدہ کیا، مسلمانوں نے سجدہ کیا اور مشرکین نے بھی سجدہ کیا۔

یہ قصہ کئی سندوں سے اس مفہوم اور بعض لفظی اختلاف کے ساتھ مروی ہے، جن میں سے چھ (٦) مشہور سندیں درج ذیل ہیں:

۱) امام سعید بن جبیر الاسدی الکوفی رحمہ اللہ (ثقہ ثبت فقیہ/مشہور تابعی)

قال ابن جرير :" حدثنا ابن بشار قال :ثنا محمد بن جعفر قال:ثنا شعبة عن أبي بشر عن سعيد بن جبير ... "

(تفسیر ابن جریر الطبری ۸/۲۳۳ ح ۲۵۳۶۲، پرانا نسخہ ج ۱۷ص ۱۳۳)

وقال ابن أبي حاتم :" حدثنا يونس بن حبيب : حدثنا أبو داود :حدثنا شعبة عن أبي بشر عن سعيد بن جبير ... "

(تفسیر ابن کثیر بتحقیق عبدالرزاق المہدی ۴/۴۴۹)

وقال الواحدي :" أخبرنا أبو بكر الحارثي قال : أخبرنا أبو بكر بن حيان قال:أخبرنا أبو يحيى الرازي قال:أخبرنا سهل العسكري قال:أخبرنا يحيى

عن عثمان بن الأسود عن سعید بن جبیر ... "

(اسباب النزول للواحدی ص ۲۵۶۔۲۵۷ سورۃ الحج)

قلت: أبو بكر الحارثي هو أحمد بن محمد بن أحمد بن عبد اللّٰه بن الحارث التميمي الأصبهاني النيسابوري (و كان ثقة) و أبو بكر ابن حيان هو أبوالشيخ الأصبهاني و أبو يحيى هو عبد الرحمٰن بن محمد بن سلم الرازي الأصبهاني (مقبول القول توفى ۲۹۰ ھ) و سهل هو ابن عثمان بن فارس العسكري و يحيى لم يتبن لي من هو ؟

و لكن قال الألباني :"قلت هو القطان " (نصب المجانیق ص ۷)

سیدنا سعید بن جبیر رحمہ اللہ تک اس مرسل روایت کو سیوطی اور البانی دونوں نے صحیح قرار دیا ہے۔(دیکھئے الدر المنثور ۴/ ۳۶۶ و قال :" بسند صحیح " نصب المجانیق ص ۸ و قال : "مرسل وهو الصحيح ")

☆ ان روایات کی سند سعید بن جبیر تک صحیح ہے۔

۲) امام ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام بن المغیرہ المخزومی المدنی رحمہ اللہ (ثقہ فقیہ عابد/مشہور تابعی، من الثالثہ: الطبقۃ الوسطیٰ من التابعین)

قال ابن جرير :" حدثنا يونس قال : أخبرنا ابن وهب قال: أخبرني يونس عن ابن شهاب ... قال ابن شهاب : ثني أبو بكر بن عبد الرحمٰن بن الحارث ... " (تفسیر طبری ۸/ ۲۳۳ ح ۲۵۳۶۶، دوسرا نسخہ ۱۷/ ۱۳۳)

اس روایت کی سند کو ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث تک سیوطی اور البانی دونوں نے صحیح قرار دیا ہے۔ (دیکھئے الدر المنثور ۴/ ۳۶۷، نصب المجانیق ص ۹)

اس روایت کی سند ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث المدنی تک صحیح ہے۔

۳) ابوالعالیہ رفیع بن مہران الریاحی البصری رحمہ اللہ (ثقہ کثیر الارسال/تابعی)

قال ابن جرير : " حدثنا ابن المثنّى قال : ثنا أبو الوليد قال : حدثنا حماد

ابن سلمة عن داود بن أبي هند عن أبي العالية ... "

(تفسیر طبری ۲۳۲/۸ ح ۲۵۳۶۱، دوسرا نسخہ ۱۳۲/۷۔۱۳۳)

اس روایت کی سند کو ابوالعالیہ الریاحی تک سیوطی اور البانی دونوں نے صحیح قرار دیا ہے۔ (دیکھئے الدر المنثور ۳۶۷/۴، نصب المجانیق ص ۱۱)

اس روایت کی سند ابوالعالیہ تک صحیح ہے۔

٤) قتادہ بن دعامہ البصری رحمہ اللہ (ثقہ ثبت/مشہور تابعی)

قال ابن جرير :" حدثنا ابن عبد الأعلٰی قال : ثنا ابن ثور عن معمر عن قتادة ...

(وقال ابن جرير :) حدثنا الحسن قال : أخبرنا عبد الرزاق قال : أخبرنا معمر عن قتادة ..." (تفسیر طبری ۲۳۵/۸ ح ۲۵۳۷۳۔۲۵۳۷۴، دوسرا نسخہ ۱۳۴/۷)

یہ روایت تفسیر عبدالرزاق میں بھی موجود ہے۔ (ج ۲ ص ۳۵ ح ۱۹۴۵۔۱۹۴۶)

اس روایت کی قتادہ تک سند کو البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔ (نصب المجانیق ص ۱۲)

☆ اس روایت کی سند قتادہ تک صحیح ہے۔

٥) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (جلیل القدر صحابی)

قال الإمام أحمد بن موسى بن مردويه : " حدثني إبراهيم بن محمد : حدثني أبو بكر محمد بن علي المقرئ البغدادي : ثنا جعفر بن محمد الطيالسي : ثنا إبراهيم بن محمد بن عرعرة : ثنا أبو عاصم النبيل : ثنا عثمان بن الأسود عن سعيد بن جبير عن ابن عباس ... "

(المختارۃ للضیاء المقدسی ۲۳۴/۱۰۔۲۳۵ ح ۲۴۷، نصب المجانیق ص ۸)

شیخ البانی نے فرمایا: اس سند کے سارے راوی ثقہ ہیں اور تمام کے تمام تہذیب التہذیب کے راویوں میں سے ہیں سوائے ابن عرعرہ سے نیچے والے راوی اور ان میں سے صرف ابوبکر محمد بن علی المقری البغدادی میں نظر ہے ...اور یہ مجہول الحال ہے اور یہی اس سند

کی وجہ ضعف ہے۔ (نصب المجانیق ص۸۔۹)

یعنی یہ راوی مجہول الحال ہے، لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔

دوسری سند: **قال الطبراني : " حدثنا الحسين بن إسحاق التستري و عبدان ابن أحمد قالا : ثنا يوسف بن حماد المعني : ثنا أمية بن خالد : ثنا شعبة عن أبي بشر عن سعيد بن جبير لا أعلمه إلا عن ابن عباس ... "**

(المعجم الکبیر ۱۲/۵۳ ح ۱۲۴۵۰، ومن طریقہ الضیاء فی المختارۃ ۱۰/۸۹ ح ۸۴)

وقال البزار :" حدثنا يوسف بن حماد قال : نا أمية بن خالد قال :نا شعبة عن أبي بشر عن سعيد بن جبير عن ابن عباس فيما أحسب الشك في الحديث ... " (البحر الزخار ۱۱/۲۹۶۔۲۹۷ ح ۵۰۹۶ وتکلم بکلامہ، کشف الاستار ۳/۷۲ ح ۲۲۶۳)

یہ سند راوی کے شک کی وجہ سے ضعیف ہے۔

چار مرسل اور دو متصل معمولی ضعف والی ضعیف روایتیں مل کر کل چھ روایتیں ہوئیں اور یہ ساری کی ساری ضعیف ہیں۔

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ یہ روایتیں کثرتِ طرق سے مروی ہیں اور اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اس قصے کی اصل ہے۔ (دیکھئے فتح الباری ۸/۴۳۹ قبل ح ۴۷۴۱)

حافظ ابن حجر نے مزید فرمایا:" **فهذه مراسيل يقوي بعضها بعضًا ...** "

پس یہ مرسل روایتیں ایک دوسرے کی تقویت کرتی ہیں... (تخریج الکشاف ج۳ ص۱۶۵)

جو لوگ خیر القرون کا سنہری زمانہ گزرنے کے بعد **ضعیف + ضعیف + ضعیف = حسن لغیرہ** کا نظریہ وعقیدہ بنائے بیٹھے ہیں، اُن کی شرط پر تلک الغرانیق والا جھوٹا قصہ حسن لغیرہ ضرور بن جاتا ہے، لہٰذا انھیں چاہئے کہ حافظ ابن حجر کی عبارات مذکورہ ومشار الیہا اور اپنے ''حسن لغیری'' اصول کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس قصے کے حسن لغیرہ اور حجت ہونے کا اعلان کر دیں، اس میں شرم یا تقیے کی کیا بات ہے؟ اور اگر وہ اس روایت کو حسن لغیرہ نہیں سمجھتے تو بتائیں کہ روایت حسن لغیرہ کس طرح بن جاتی ہے؟

حق یہ ہے کہ ''حسن لغیرہ'' نام کی خودساختہ (مُوَلَّد) اصطلاح خیر القرون کے کسی ایک بھی صحیح العقیدہ معتدل عالم سے ثابت نہیں، نہ امام بخاری، امام شافعی، امام سفیان بن عیینہ اور امام ابو حاتم الرازی وغیرہم سے ثابت ہے اور نہ کسی دوسرے ثقہ عالم سے، بلکہ ضعیف روایت ضعیف ہی رہتی ہے اِلا یہ کہ اس کی صحیح یا حسن لذاتہ سند ثابت ہو جائے۔

بعض لوگوں میں سے ایک نے امام بیہقی رحمہ اللہ (متساہل) وغیرہ سے ضعیف + ضعیف + ضعیف والی روایت کا حسن لغیرہ قرار دینا اور (مطلقاً) حجیت منسوب کی ہے، لیکن یہ انتساب غلط اور باطل ہے۔

ایک دفعہ امام ابو حاتم الرازی اور امام ابو زرعہ الرازی رحمہما اللہ کے مابین قنوت میں رفع یدین پر بحث ومباحثہ (یا دوسرے لفظوں میں مناظرہ) ہوا۔

امام ابو زرعہ نے تین روایتیں پیش کیں:

۱: لیث بن ابی سلیم کی روایت

۲: ابن لہیعہ کی روایت

۳: عوف کی روایت

امام ابو حاتم نے تینوں روایتوں کے راویوں پر جرح کی اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ صحیح حدیث پیش فرمائی تو امام ابو زرعہ رحمہ اللہ خاموش ہو گئے۔

(دیکھئے تاریخ بغداد ۲/۷۶ ت ۴۵۵ وسندہ صحیح)

ثابت ہوا کہ امام ابو حاتم الرازی حسن لغیرہ کو حجت نہیں سمجھتے تھے، ورنہ ابو زرعہ کی پیش کردہ تینوں ضعیف روایتوں (جن کا ضعف شدید نہیں تھا) کو رد نہ کرتے۔!

غالباً یہی وہ موقف ہے جس کے بارے میں حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے:

" قلت : يكفى فى المناظرة تضعيف الطريق التي أبداها المناظر و ينقطع ، إذا لأصل عدم ما سواها حتى يثبت بطريق أخرى . والله أعلم "

میں (ابن کثیر) نے کہا: مناظرے میں یہ کافی ہے کہ (مخالف) مناظر نے جو سند پیش کی

ہے اُس کا ضعیف ہونا ثابت کر دیا جائے، وہ (لا جواب ہو کر) چُپ ہو جائے گا کیونکہ اصل یہی ہے کہ دوسری کوئی روایت (اس مناظر کی مؤید) نہیں ہے اِلا یہ کہ دوسری کوئی ثابت سند پیش کر دی جائے۔ واللہ اعلم (اختصار علوم الحدیث ۱/۲۷۴۔۲۷۵، اردو مترجم ص ۵۷)

اس اعتراف کے ساتھ کہ حافظ ابن کثیر متاخرین میں سے اور متساہل تھے، ان کے اس قول سے یہی ظاہر ہے کہ حسن لغیرہ حجت نہیں اور امام ابو حاتم الرازی کا مذکورہ واقعہ (اور سلف صالحین کی متعدد تحقیقات جن میں وہ کئی سندوں سے مروی ضعیف روایتوں کو حسن لغیرہ کہنے کے بجائے ضعیف قرار دیتے تھے) سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حافظ ابن کثیر نے دوسری جگہ لکھا ہے:

''بعض ضعف متابعت سے زائل ہو جاتا ہے جیسا کہ راوی سیئ الحفظ (بُرے حافظے والا) ہو یا حدیث مرسل ہو تو اس وقت متابعت فائدہ دیتی ہے اور حدیث ضعف کی گہرائیوں سے بلند ہو کر حسن یا صحیح کے درجے کو پہنچ جاتی ہے۔'' (بحوالہ اختصار علوم الحدیث اردو ص ۲۹)

عرض ہے کہ اس عبارت سے متصل پہلے حافظ ابن کثیر نے کذابین ومتروکین کا ذکر کیا ہے، لہٰذا عین ممکن ہے کہ اُن کے نزدیک اگر ایک سند میں کذاب یا متروک راوی ہو (مثلاً سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک روایت) اور دوسری سند حسن یا صحیح عن ابن عمر رضی اللہ عنہ وارد ہو تو اس سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت صحیح نہیں ہو جاتی۔ دوسری طرف ایک سند اگر ضعیف راوی کی وجہ سے ضعیف ہو اور وہی روایت دوسرے صحابی سے حسن یا صحیح سند سے ثابت ہو تو پہلی روایت بھی صحیح ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم

بطورِ مثال عرض ہے کہ حارثہ بن ابی الرجال (ضعیف) کی سند سے دعائے استفتاح: **سبحانك اللّٰهم ... إلخ** مروی ہے۔ (سنن ابن ماجہ: ۸۰۶ عن عائشہ رضی اللہ عنہا)

یہی روایت حسن سند کے ساتھ سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔ (ابن ماجہ: ۸۰۴)

لہٰذا ابن کثیر کے اصول پر حارثہ والی روایت بھی حسن بن جاتی ہے اور اگر اس کے خلاف کوئی دوسرا مفہوم بیان کیا جائے تو وہ خیر القرون اور کبار علماء کے موافق نہ ہونے کی

وجہ سے مرجوح ہے۔

حسن روایت پر بحث کرتے ہوئے حافظ ابن حجر نے فرمایا:

" و إذا تقرر ذلك بقي وراء ه أمر آخر . و ذلك أن المصنف وغير واحد نقلوا الاتفاق على / أن الحديث الحسن يحتج به كما يحتج بالصحيح ، وإن كان دونه في المرتبة . فما المراد على هذا بالحديث الحسن الذي اتفقوا فيه على ذلك هل هو القسم الذي حرره المصنف و قال :ان كلام الخطابي ينزل عليه . وهو رواية الصدوق المشهور بالأمانة ... إلٰى آخر كلامه أو القسم الذي ذكرناه آنفًا عن الترمذي مع مجموع أنواعه التي ذكرنا أمثلتها ، أو ما هو أعم من ذلك ؟ لم أر من تعرض لتحرير هذا . والذي يظهر لي أن دعوى الاتفاق إنما تصح على الأول دون الثاني و عليه أيضًا يتنزل قول المصنف أن كثيرًا من أهل الحديث لا يفرق / بين الصحيح والحسن كالحاكم كما سيأتي و كذا قول المصنف :" ان الحسن إذا جاء من طرق ارتقى إلى الصحة " كما سيأتي إن شاء اللّٰه تعالى. فأما ما حررنا عن الترمذي أنه يطلق عليه اسم الحسن من الضعيف والمنقطع إذا اعتضد، فلا يتجه إطلاق الاتفاق على الاحتجاج به جميعه ولا دعوى الصحة فيه إذا أتى من طرق . ويؤيد هذا قول الخطيب :" أجمع أهل العلم أن الخبر لا يجب قبوله إلا من العاقل الصدوق المأمون على ما يخبر به . " و قد صرح أبو الحسن ابن القطان أحد الحفاظ النقاد من أهل المغرب في كتابه " بيان الوهم والإيهام " بأن هذا القسم لا يحتج به كله بل يعمل به في فضائل الأعمال و يتوقف عن العمل به في الأحكام إلا إذا كثرت طرقه أو عضده اتصال عمل أو موافقة شاهد صحيح / أو ظاهر القرآن .و هذا حسن قوي رايق ما أظن منصفًا / يأباه واللّٰه الموفق . و يدل/

على أن الحديث إذا وصفه الترمذي بالحسن لا يلزم [عنده] أن يحتج به أنه أخرج حديثًا من طريق خيثمة البصري عن الحسن عن عمران بن حصين - رضي اللّٰه تعالى عنه - وقال بعده هذا حديث حسن و ليس إسناده بذاك . وقال في كتاب العلم بعده : أن أخرج حديثًا في فضل العلم :" هذا حديث حسن قال : و إنما لم نقل هٰذا الحديث : صحيح ، لأنه يقال : ان الأعمش دلس فيه فرواه بعضهم عنه ، قال : حدثت عن أبي صالح عن أبي هريرة - رضي اللّٰه عنه " انتهى . فحكم له بالحسن للتردد الواقع فيه و امتنع عن الحكم عليه بالصحة لذلك ، لكن في كل المثالين نظر ، لاحتمال أن يكون سبب تحسينه لهما كونهما جاءا من وجه آخر كما تقدم تقريره. لكن محل بحثنا هنا هل يلزم من الوصف بالحسن الحكم له بالحجة أم لا؟. (هذا الذي يتوقف فيه والقلب إلى ما حرره ابن القطان أميل)- واللّٰه أعلم"

جب یہ مقرر ہو گیا تو اس کے بعد ایک دوسری بات رہ گئی اور وہ یہ ہے کہ مصنف (ابن الصلاح) اور کئی (علماء) نے اس پر اتفاق نقل کیا ہے کہ جس طرح صحیح حدیث حجت ہے اسی طرح حسن حدیث (بھی) حجت ہے، اگرچہ وہ مرتبے میں اس سے نیچے ہے۔

جس حسن حدیث (کے حجت ہونے) پر اتفاق ہے، اس سے کیا مراد ہے؟ کیا وہی قسم ہے جسے مصنف نے تحقیق کر کے لکھا ہے اور فرمایا: خطابی کا کلام اسی پر فٹ ہوتا ہے اور وہ امانت کے ساتھ مشہور صدوق (سچے) راوی کی روایت ہے...الخ یا اس سے مراد وہ قسم ہے جس کا ہم نے ابھی (امام) ترمذی کے حوالے سے ذکر کیا ہے، ان مجموعی اقسام کے ساتھ جنھیں ہم نے مثالوں کے ساتھ ذکر کیا ہے، یا یہ اس سے بھی عام ہے؟

میں نے نہیں دیکھا کہ کسی نے اس کے بارے میں تحقیق کی طرف توجہ کی ہو اور مجھ پر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ (حجیتِ حسن کا) دعویٰ اتفاق صرف پہلی قسم (حسن لذاتہ) پر ہے، دوسری قسم (حسن لغیرہ) پر نہیں ہے اور اسی پر مصنف کا قول فٹ ہوتا ہے کہ بہت سے اہلِ حدیث

مثلاً حاکم (وغیرہ) صحیح اور حسن میں فرق نہیں کرتے، جیسا کہ آگے آرہا ہے اور اسی طرح مصنف کا قول: جب حسن روایت کئی سندوں سے آئے تو صحیح کے درجے پر پہنچ جاتی ہے، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ ان شاء اللہ

ہم نے ترمذی کی طرف سے جو تحقیق بیان کی کہ وہ ضعیف اور منقطع پر حسن کا حکم لگاتے تھے، جب اس کی تقویت دوسری روایتوں سے ہوتی تھی، لہٰذا (حسن کی) تمام اقسام پر مطلق حجت ہونے کے اتفاق اور کئی سندوں سے آنے والی روایت کے صحیح ہونے کا دعویٰ قابلِ توجہ (یعنی صحیح) نہیں ہے۔ اس کی تائید خطیب (بغدادی) کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ اہلِ علم کا اس پر اجماع ہے کہ صرف اسی روایت کا قبول کرنا واجب ہے جسے عاقل صدوق مامون (یعنی ثقہ وصدوق راوی) نے ہی بیان کیا ہو۔

اہلِ مغرب (مراکش وغیرہ) کے حفاظِ حدیث اور ناقدین میں سے ابوالحسن ابن القطان (الفاسی متوفی ۶۲۸ھ) نے اپنی کتاب: بیان الوہم والایہام میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ یہ قسم کُلی طور پر قابلِ حجت نہیں ہے بلکہ فضائل اعمال میں اس پر عمل کیا جاتا ہے اور احکام میں اس پر عمل کرنے سے توقف کیا جاتا ہے۔ اِلا یہ کہ

۱: اس کی سندیں بہت زیادہ ہوں۔
۲: یا متصل عمل (یعنی متواتر عمل) سے اس کی تائید ہوتی ہو۔
۳: یا صحیح شاہد سے اس کی موافقت ہوتی ہو۔
۴: یا قرآن کا ظاہر (عموم) اس کا مؤید ہو۔

اور یہ اچھا مضبوط (اور) بہترین (کلام) ہے، میں نہیں سمجھتا کہ کسی انصاف پسند کو اس سے انکار ہوگا اور اللہ توفیق دینے والا ہے۔

اس پر یہ بھی دلالت کرتا ہے کہ جب ترمذی کسی روایت کو حسن قرار دیتے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا تھا کہ وہ اس سے حجت پکڑتے تھے۔ انھوں نے خیثمہ البصری عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی سند سے ایک حدیث روایت کرنے کے بعد فرمایا: یہ حدیث حسن ہے اور اس کی سند

مضبوط نہیں ہے۔ انھوں نے کتاب العلم میں فضیلتِ علم کی ایک حدیث ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ہم نے اس حدیث کو صحیح نہیں کہا، کیونکہ کہا جاتا ہے کہ اعمش نے اس میں تدلیس کی ہے، کہا: مجھے ابوصالح کی سند سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی (یہ) حدیث بیان کی گئی ہے۔ انتہیٰ

تردد واقع ہونے کی وجہ سے انھوں نے حسن کا حکم لگا دیا اور اس وجہ سے اسے صحیح کہنے سے رُک گئے لیکن دونوں مثالوں میں نظر ہے، اس احتمال کی وجہ سے کہ ان کی تحسین کا کوئی دوسرا سبب ہو، وہ دوسری سند سے آئی ہو جیسا کہ اس کی بحث گزر چکی ہے، لیکن ہماری یہاں اس تحقیق سے کیا یہ لازم آتا ہے کہ حسن (لغیرہ) روایت کو حجت قرار دیا جائے یا نہیں؟ (یہ وہ بات ہے جس کے بارے میں توقف کیا جاتا ہے اور ابن القطان کی تحقیق کی طرف دل زیادہ مائل ہے) واللہ اعلم (النکت علی ابن الصلاح ۱/۴۰۱۔۴۰۳)

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ

۱: حسن لغیرہ پر حافظ ابن حجر سے پہلے کسی نے مفصل بحث نہیں کی۔

۲: حسن لغیرہ کے حجت ہونے پر کوئی اجماع نہیں ہے۔

۳: حسن لذاتہ بالاتفاق حجت ہے۔

۴: حسن لغیرہ کے بارے میں توقف کیا جاتا ہے، لہٰذا یہ احکام و عقائد میں حجت نہیں ہے۔

۵: نیز اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ مطلقاً حسن لغیرہ کو حجت نہیں سمجھتے تھے اور اگر ابن القطان سے ان کی نقل صحیح ہے تو ابن القطان بھی اسے مطلقاً حجت نہیں سمجھتے تھے، ورنہ چار شرائط، احکام میں اس کی نفی اور فضائلِ اعمال کی صراحت کا کیا مقصد ہے؟ اگر حسن لغیرہ مطلقاً حجت ہے تو پھر توقف کرنے کیا مطلب ہے؟

یہاں بطورِ تنبیہ عرض ہے کہ راقم الحروف کو ابن القطان کا مذکورہ قول بیان الوہم والا یہام میں نہیں ملا۔ واللہ اعلم

ضعیف + ضعیف + ضعیف = حسن لغیرہ قرار دینے اور اسے حجت سمجھنے والوں کے

لئے تلک الغرانیق کے ضعیف قصے کے بعد چار مزید مثالیں پیشِ خدمت ہیں:

۱) ترکِ رفع یدین

۱: حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ (بحوالہ ترمذی وغیرہ)

یہ سند سفیان ثوری کے عن کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۲: حدیث البراء بن عازب رضی اللہ عنہ (بحوالہ ابوداود وغیرہ)

اس روایت کی دو سندیں ہیں: ایک میں یزید بن ابی زیاد ضعیف ہے اور دوسری میں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ضعیف ہے۔

۳: حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ (المعجم الکبیر للطبرانی ۱۱/۴۵۲)

یہ روایت عطاء بن السائب کے اختلاط کی وجہ سے ضعیف ہے۔

نیز دیکھئے میری کتاب: تحقیقی مقالات (ج۳ ص۱۲۰۔۱۳۰)

کیا ان روایات کو حسن لغیرہ قرار دے کر حجت پکڑنا جائز ہے؟ یاد رہے کہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے حدیثِ سفیان ثوری کو صحیح قرار دے رکھا ہے۔

۲) من کان له إمام والی حدیث

یعنی: جس کا امام ہو تو امام کی قراءت مقتدی کی قراءت ہے۔

۱: عن عبداللہ بن شداد رحمہ اللہ (مصنف ابن ابی شیبہ بحوالہ ارواء الغلیل ۲/۲۷۴)

یہ سند مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۲: عن جابر رضی اللہ عنہ (مسند احمد ۳/۳۳۹)

اس سند میں ابوالزبیر مدلس ہیں اور سند عن سے ہے۔

اس کی دوسری سند (سنن دارقطنی ۱/۳۲۳ ح ۱۲۲۰) میں اسحاق الازرق کے استاد کو جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔

۳: عن رجل من اہل البصرہ (شرح معانی الآثار ۱/۲۱۷)

یہ سند رجل مذکور کے نامعلوم (مجہول) ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

کیا ان روایات کو حسن لغیرہ قرار دے کر ان سے حجت پکڑنا جائز ہے؟

یاد رہے کہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے ضعیف + ضعیف + ضعیف اور جمع تفریق کے اصول سے روایتِ مذکورہ کو حسن قرار دیا ہے۔ (دیکھئے ارواء الغلیل ۲/۲۶۸ ح ۵۰۰)

۳) مدرکِ رکوع کی رکعت ہو جاتی ہے، کے بارے میں مروی حدیث

۱: حدیث رجل (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۸۹)

اس کی سند میں رجل نامعلوم یعنی مجہول ہے۔

۲: **ابن مغفل (یا) ابن معقل ؟** (مسائل احمد واسحاق بحوالہ الصحیحہ :۱۱۸۸)

یہ روایت مسائل احمد واسحاق میں نہیں ملی اور راوی کے تعین میں نظر ہے۔

۳: عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ (المستدرک للحاکم ۱/۲۱۶، ۲۷۳، ۲۷۴ و صححہ، دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو: ۳۰ ص ۱۲)

اس روایت کی سند میں یحییٰ بن ابی سلیمان جمہور کے نزدیک ضعیف ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

صحیح ابن خزیمہ (۱۵۹۵) وغیرہ میں اس کی دوسری سند بھی ہے، جس میں قرہ بن عبدالرحمٰن بن حیویل ضعیف ہے۔

۴: حدیث ابی بکرہ رضی اللہ عنہ موقوف (بحوالہ حدیث علی بن حجر ۷/۱۷۱ فیما بلغنی)

کیا خیال ہے کہ اس روایت کو حسن لغیرہ بنا کر غرباء والے بھائیوں کی طرح یہ سمجھنا صحیح ہے کہ مدرکِ رکوع کی رکعت ہو جاتی ہے؟!

٤) حنفیہ کی طرح دوہری اذان اور دوہری اقامت والی حدیث

۱: عن عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ (مصنف ابن ابی شیبہ بحوالہ آثار السنن: ۲۳۳۰)

یہ سند سلیمان بن مہران الاعمش مدلس کے عن کی وجہ سے ضعیف ہے۔

دوسری سند میں عبداللہ بن محمد مستور ہے۔ (انوار السنن فی تحقیق آثار السنن: ۲۳۵)

تیسری سند (ابوعوانہ ۱/۳۳۱) مرسل یعنی منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۲: عن بلال رضی اللہ عنہ موقوف (آثار السنن: ۲۴۰)

یہ سند ابراہیم نخعی مدلس کے عنعنہ اور حماد بن ابی سلیمان کے اختلاط کی وجہ سے ضعیف ہے۔
دوسری سند (معانی الآثار ۱/۳۴۴) میں شریک القاضی مدلس کا عنعنہ ہے۔
تیسری سند میں زیاد بن عبداللہ بن الطفیل ضعیف ہے۔
(دیکھئے سنن دارقطنی ۱/۳۴۲ ح ۹۲۸ وآثار السنن: ۲۴۲)

ان کے علاوہ اور بھی کئی ضعیف روایات ہیں، مثلاً پندرہ شعبان کی فضیلت والی روایات وغیرہا۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۵) کیا ان روایات کو حسن لغیرہ قرار دے کر ان پر عمل صحیح ہے؟ حنفیہ، آلِ دیوبند اور آلِ بریلی بھی اہلِ حدیث کی کئی روایات کو حسن لغیرہ قرار دے کر حجت نہیں سمجھتے بلکہ ضعیف قرار دیتے ہیں۔ مثلاً:

۱: جہری نمازوں میں فاتحہ خلف الامام کی احادیث (حالانکہ یہ احادیث صحیح ہیں)

۲: سینے پر ہاتھ باندھنے کی احادیث (حالانکہ سیدنا ہلب الطائی رضی اللہ عنہ کی مسند احمد والی حدیث حسن لذاتہ ہے)

۳: نمازِ جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کی حدیث

☆ عن ام شریک الانصاریہ رضی اللہ عنہا (ابن ماجہ: ۱۴۹۶)
اس کی سند میں حماد بن جعفر ضعیف ہے۔
المعجم الکبیر للطبرانی (۹۷/۲۵ ح ۲۵۲) میں اس کی دوسری سند ہے، جس میں حماد بن بشیر الجہضمی ضعیف ہے۔

☆ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا (المعجم الکبیر ۱۶۲/۲۴ ح ۴۱۳، مجمع الزوائد ۳۲/۳)
اس کی سند میں معلّٰی بن حمران نامعلوم ہے اور ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد محمد بن حمران القیسی ہو۔ دیکھئے کتاب الثقات لابن حبان (۴۰/۹)

☆ ام عفیف رضی اللہ عنہا (المعجم الکبیر ۱۶۹/۲۵ ح ۴۱۰)
اس کی سند میں عبدالمنعم ابوسعید ضعیف ہے۔ (مجمع الزوائد ۳۲/۳)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ (صحیح بخاری) اور سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ وغیرہما کی احادیث بھی

اس کی مؤید ہیں، لیکن دیوبندیہ وبریلویہ کو پھر بھی اس سے انکار ہے۔

۴: جرابوں پر مسح والی حدیث

☆ **عن المغیرۃ بن شعبۃ** رضی اللہ عنہ (سنن ترمذی:۹۹ وغیرہ)

اس روایت کی سند صرف اس وجہ سے ضعیف ہے کہ سفیان ثوری مدلس نے عن سے روایت بیان کی ہے اور باقی ہر اعتراض باطل ہے۔

☆ عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ (سنن ابن ماجہ:۵۶۰)

اس کی سند میں عیسی بن سنان ضعیف ہے اور ضحاک بن عبدالرحمٰن کی سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت منقطع ہے۔

☆ عن بلال رضی اللہ عنہ (معجم الطبرانی بحوالہ تحفۃ الاحوذی ۱/۱۰۱)

اس کی سند میں ابومعاویہ، اعمش اور حکم بن عتیبہ تینوں مدلس ہیں اور روایت عن سے ہے۔ دوسری سند میں یزید بن ابی زیاد ضعیف ہے۔

صحابۂ کرام کا اتفاق (اجماع) بھی جرابوں پر مسح کی تائید کرتا ہے مگر دیوبندیہ وبریلویہ کو احادیث مذکورہ سے انکار ہے اور وہ انھیں حسن لغیرہ قرار دے کر حجت نہیں سمجھتے۔ ایمان و عقائد کا مسئلہ ہو یا اصول و احکام کا، ہمیشہ اپنے تسلیم کردہ اصول وقواعد پر عمل کرنا چاہئے، دوغلی پالیسی اور منافقت سے ہر وقت بچنا چاہئے ورنہ پھر جس دن رب العالمین کے دربار میں پیش ہوں گے، اس دن کیا جواب ہوگا؟

کیا صحیح اور حسن لذاتہ روایات تھوڑی ہیں کہ بعض لوگ ضعیف + ضعیف + ضعیف کر کے ضعیف روایات کو قابلِ حجت باور کرانے پر مصر ہیں؟!

آخر میں چند اہم باتیں پیشِ خدمت ہیں:

۱: صحیح حدیث کی طرح حسن لذاتہ بھی حجت اور معیارِ حق ہے۔

۲: ہر وہ حدیث حسن لذاتہ ہے، جس میں درج ذیل پانچ شرائط موجود ہوں:

(۱) ہر راوی موثق عند الجمہور یعنی جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق حسن الحدیث ہو

(۲) سند متصل ہو (۳) شاذ نہ ہو (۴) معلول نہ ہو (۵) خاص سند پر محدثین کی متفقہ جرح نہ ہو یعنی راوی کا وہم وخطا ثابت نہ ہو۔

۳: حسن لغیرہ کی وہ قسم مقبول ہے، جس میں ایک سند (مثلاً سنن ابی داود کی روایت) ضعیف ہو اور دوسری (مثلاً ترمذی کی روایت) حسن لذاتہ ہو۔

۴: ضعیف + ضعیف والی روایت کو حسن لغیرہ بنا کر حجت سمجھنا غلط ہے، بلکہ حق یہی ہے کہ ضعیف ضعیف ہوتی ہے، اِلا یہ کہ صحیح یا حسن لذاتہ سند سے ثابت ہو جائے۔

۵: جس شخص کو ہمارے اس موقف سے اختلاف ہے تو وہ پہلے حسن لغیرہ کی تعریف بیان کرے، پھر ہماری طرح (یا کم از کم تین) مثالیں پیش کر کے ثابت کرے کے یہ روایات حجت ہیں۔

۶: ہمارے اس مضمون کا مکمل جواب دے اور ہر قسم کی دوغلی پالیسی سے کُلی اجتناب کرے۔ (۱۲/فروری۲۰۱۱ء)

اگر پاؤں سو جائے تو.....؟

عبدالرحمٰن بن سعد سے مروی ہے کہ (سیدنا) ابن عمر (رضی اللہ عنہ) کا پاؤں سو گیا تو ایک آدمی نے اُن سے کہا: آپ اپنے نزدیک سب سے محبوب انسان کو یاد کریں، تو انھوں نے فرمایا: ''یا محمد!'' اے محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] (الادب المفرد للامام البخاری: ۹۶۴، مسند علی بن الجعد ۲/۹۱۷ ح ۲۶۳۳، طبقات ابن سعد ۴/۱۵۴، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی بتحقیق سلیم الہلالی: ۱۶۹)

اس روایت میں ابو اسحاق عمرو بن عبداللہ السبیعی مشہور مدلس راوی ہیں۔ (دیکھئے طبقات المدلسین لابن حجر: ۹۱ طبقہ ثالثہ) اور یہ روایت عن سے ہے۔

اصول حدیث کا مشہور مسئلہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے علاوہ دوسری کتابوں میں مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

(مثلاً دیکھئے کتاب الرسالۃ للامام الشافعی: ۱۰۳۵، اور الکفایۃ للخطیب ص ۳۶۱)

ثابت ہوا کہ یہ روایت ضعیف ومردود ہے، لہٰذا اس سے استدلال جائز نہیں ہے۔

محمد زبیر صادق آبادی

اہلِ حدیث کی صداقت اور رضوان عزیز کی حماقت

قارئین کرام! حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے قادیانی (مرزائیوں) اور مسعودی فرقہ والوں کی مماثلت ثابت کرنے کے لئے بعض مثالیں بیان کی تھیں۔ (دیکھئے الحدیث حضرو نمبر ۷۹ ص ۴۲)

جس کے بعد ایک دیوبندی رضوان عزیز نے الیاس گھمن دیوبندی کے قافلۂ باطل میں ایک مضمون لکھا۔ (دیکھئے قافلۂ باطل جلد ۵ شمارہ ۱ ص ۹)

جس میں بزعمِ خود اہلِ حدیث کی مذکورہ جماعتوں سے مماثلت ثابت کرنے کے بعد، لکھا ہے: ''تاکہ عامۃ المسلمین ان فرق ہائے ضالہ قادیانیہ، مسعودیہ اور غیر مقلدیہ سے دور رہیں۔'' (قافلۂ باطل جلد ۵ شمارہ نمبر ۱ ص ۱۸)

قارئین کرام! اس دیوبندی نے اپنی تحریروں میں اہلِ حدیث کے خلاف انتہائی نازیبا الفاظ استعمال کیے ہیں۔ مثال کے طور پر:

۱: ''افغان بھگوڑا'' (قافلۂ باطل جلد نمبر ۴ شمارہ نمبر ۱ ص ۱۵، قافلۂ باطل ج ۵ شمارہ: ۱ ص ۹)

۲: ''اب اپنا تھوکا کیوں چاٹ رہے ہو؟؟؟؟'' (قافلۂ باطل جلد نمبر ۴ شمارہ نمبر ۱ ص ۱۷)

۳: ''بھگوڑوں'' (قافلۂ باطل جلد نمبر ۴ شمارہ نمبر ۱ ص ۱۷)

۴: ''ان کا ناپاک وجود'' (قافلۂ باطل جلد نمبر ۴ شمارہ نمبر ۳ ص ۳۹)

۵: ''تو ان فنکاروں نے نیا ٹوپی ڈرامہ کیا'' (قافلۂ باطل جلد نمبر ۴ شمارہ نمبر ۳ ص ۴۰)

۶: ''کرائے کے ٹٹو'' (ایضاً)

۷: ''برساتی مینڈکوں کی طرح ٹرانے لگے'' (ایضاً)

۸: ''غیر مقلد زنبوری طنبوری'' (قافلۂ باطل جلد نمبر ۵ شمارہ نمبر ۱ ص ۱۰)

۹: ''میراثی'' (قافلۂ باطل جلد نمبر ۵ شمارہ نمبر ۱ ص ۱۳)

۱۰: ''عبداللہ پاگل پوری'' (قافلۂ باطل جلد نمبر ۵ شمارہ نمبر ۱ ص ۱۲)

۱۱: ''تمہارا اگر وگھنٹال عبداللہ بہاولپوری'' (قافلۂ باطل جلد نمبر۵ شمارہ نمبر ا ص ۱۶)

۱۲: ''آپ کی کمپنی تو پوری ہوگئی ہے جوتے کھانے سے'' (قافلۂ باطل جلد نمبر۵ شمارہ نمبر ا ص ۱۷)

رضوان عزیز دیوبندی کی مذکورہ باتوں کا جواب تو یہ ہے کہ آلِ دیوبند کے مشہور مناظر محمد منظور نعمانی نے علانیہ کہا تھا: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی چند علامتیں ایک حدیث میں ارشاد فرمائی ہیں۔ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ''اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ''یعنی منافق کی نشانی ہے کہ وہ نزاعی باتوں میں بدزبانی کرنے لگتا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے ہر مسلمان بندے کو اس منافقانہ عادت سے بچاوے۔'' (فتوحات نعمانیہ ص ۸۵۸)

اب اہلِ حدیث کی صداقت اور رضوان عزیز کی حماقت کے لئے چند حوالے پیش خدمت ہیں:

۱: آلِ دیوبند کے ''مفتی اعظم ہند'' کفایت اللہ دہلوی نے لکھا ہے:

''جواب۔ہاں اہل حدیث مسلمان ہیں اور اہل سنت والجماعت میں داخل ہیں۔ان سے شادی بیاہ کا معاملہ کرنا درست ہے۔محض ترک تقلید سے اسلام میں فرق نہیں پڑتا اور نہ اہل سنت والجماعۃ سے تارک تقلید باہر ہوتا ہے۔فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ۔دہلی۔''

(کفایت المفتی ۱/۳۲۵ جواب نمبر:۳۷۰)

''مفتی'' کفایت اللہ دہلوی نے مزید لکھا ہے:

''غیر مقلدوں کے پیچھے حنفی کی نماز جائز ہے۔'' (کفایت المفتی ۱/۳۲۷ جواب نمبر:۳۷۳)

اب آلِ دیوبند بتائیں کہ ''مفتی'' مذکور کے فتوے قادیانیوں کے متعلق بھی یہی ہیں؟ یا پھر اہلِ حدیث کی قادیانیوں سے مماثلت ثابت کرنا رضوان عزیز کی حماقت ہے؟

۲: آلِ دیوبند کے ''مفتی'' عزیز الرحمٰن دیوبندی ''مفتی اول دارالعلوم'' دیوبند نے لکھا ہے: ''جس فرقہ کے کفر پر فتویٰ ہے جیسے مرزائی اور شیعہ غالی اُن سے مسلمہ سنیہ عورت کا نکاح حرام ہے نکاح نہ ہوگا اور جس فرقہ کے کفر پر فتویٰ نہیں ہے جیسے غیر مقلد اور نجدی ان سے نکاح سنیہ عورت کا صحیح ہے۔فقط''

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مدلل ومکمل، کتاب النکاح، جلد ہشتم ص ۱۸۷، دوسرا نسخہ ص ۱۹۷)

۳: آل دیوبند کے ''شیخ التفسیر، امام الاولیاء'' احمد علی لاہوری دیوبندی نے فرمایا ہے: ''میں قادری اور حنفی ہوں۔ اہل حدیث نہ قادری ہیں اور نہ حنفی مگر وہ ہماری مسجد میں ۴۰ سال سے نماز پڑھ رہے ہیں میں ان کو حق پر سمجھتا ہوں۔'' (ملفوظات طیبات ص ۱۱۵، دوسرا نسخہ ص ۱۲۶)

۴: آل دیوبند کے ''مفتی'' رشید احمد لدھیانوی دیوبندی نے لکھا ہے:

''تقریباً دوسری تیسری صدی میں اہلِ حق میں فروعی اور جزئی مسائل کے حل کرنے میں اختلافِ انظار کے پیشِ نظر پانچ مکاتبِ فکر قائم ہو گئے یعنی مذاہب اربعہ اور اہل حدیث اس زمانے سے لیکر آج تک انھی پانچ طریقوں میں حق کو منحصر سمجھتا جاتا رہا۔''

(احسن الفتاویٰ ۱/۳۱۶ مودودی صاحب اور تخریب اسلام ص ۲۰)

۵: آل دیوبند کے ''امام'' سرفراز صفدر نے مشہور اہلِ حدیث عالم مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے: ''حضرت شیخ الہندؒ نے مولانا محمد حسین صاحب بٹالویؒ کے حق میں کیا ہی خوب ارشاد فرمایا ہے کہ گو آپ صاحب کیسی ہی بدزبانی سے پیش آویں مگر ہم انشاء اللہ تعالیٰ کلمات مُوہم تکفیر و تفسیق ہرگز آپ کی شان میں نہ کہیں گے بلکہ الٹا آپ کے اسلام ہی کا اظہار کریں گے **ولنعم ما قیل**'' (احسن الکلام ۲/۱۵۵، دوسرا نسخہ ۲/۱۶۹)

۶: آلِ دیوبند کے نزدیک اکابر میں سے اور تفسیر حقانی کے مولف عبدالحق دہلوی صاحب (متوفی ۱۳۳۶ھ) نے لکھا ہے: ''اور اہل سنت شافعی حنبلی مالکی حنفی ہیں اور اہل حدیث بھی ان ہی میں داخل ہیں'' (حقانی عقائد الاسلام ص ۳)

تنبیہ: یہ کتاب ''حقانی عقائد الاسلام'' محمد قاسم نانوتوی، بانی مدرسۂ دیوبند کی پسند فرمودہ ہے۔ (دیکھئے حقانی عقائد الاسلام ص ۲۶۴)

۷: الیاس گھمن دیوبندی کے رسالہ قافلۂ حق کے ایک مضمون نگار محمد اشراف دیوبندی نے لکھا ہے: ''اہلحدیث بھی ہمارے مسلمان بھائی ہیں۔'' (قافلہ حق جلد نمبر ۵ شمارہ نمبر ۱ ص ۴۱)

۸: امین اوکاڑوی دیوبندی کے والد ولی محمد کہ جن کے متعلق اوکاڑوی نے لکھا ہے:

''والد صاحب پابندِ صوم وصلاۃ، تہجد گزار اور عابد آدمی تھے۔'' (تجلیات صفدر ۱/۸۵)

امین اوکاڑوی نے جھوٹ بولتے ہوئے اپنے آپ کو غیر مقلد باور کرانے کی کوشش کی اور اپنے والد کے بارے میں لکھا: ''روزانہ سے جھگڑا ہوتا کہ نہ تمہاری نماز ہے نہ تمہارا دین ہے اور نہ تمہاری تہجد مقبول ہے اور نہ کوئی اور عبادت۔ والد صاحب فرماتے لڑا نہیں کرتے، تیری نماز بھی ہو جاتی ہے اور ہماری بھی۔'' (تجلیات صفدر ۱/۸۵)

ہماری معلومات کے مطابق اوکاڑوی کے دیوبندی والد کا اس قول سے رجوع ثابت نہیں۔

اوکاڑوی کے اس بیان سے ثابت ہوا کہ اوکاڑوی کے والد کے نزدیک اہلِ حدیث کی نماز ہو جاتی ہے۔ عرض ہے کہ کیا رضوان عزیز کے نزدیک قادیانیوں کی نماز بھی ہو جاتی ہے؟

۹: آل دیوبند کے ''مفتی اعظم پاکستان'' محمد شفیع دیوبندی نے اکٹھی تین طلاق دینے والے ایک شخص کو رجوع کرنے کا فتویٰ ان الفاظ میں دیا: ''مسلمانوں کے ایک مسلک موسومہ بہ اہلِ حدیث کے نزدیک ایک ہی طلاق ہوئی، رجوع کرلیا جائے۔''

(ماہنامہ الشریعہ جولائی ۲۰۱۰ء جلد نمبر ۲۱ شمارہ نمبر ۷ ص ۱۴)

۱۰: آل دیوبند کے ''شیخ الاسلام اور مفتی'' محمد تقی عثمانی دیوبندی نے لکھا ہے:

'' مثلاً مشہور اہلِ حدیث عالم حضرت مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ نے...''

(تقلید کی شرعی حیثیت ص ۱۴۶)

۱۱: ایک اہلِ حدیث عالم فوت ہوئے، اُن کی نمازِ جنازہ اہلِ حدیث عالم نے پڑھائی اور اس کے پیچھے ایک ''حنفی'' عالم نے نمازِ جنازہ پڑھی تو آلِ دیوبند سے پوچھا گیا: ''اس حنفی پر کچھ مواخذہ ہوگا یا نہیں؟'' دیوبندی ''مفتی'' نے جواب دیا: ''یہ فعل... قابلِ مواخذہ نہیں ہے... تو اس میں اس نماز پڑھنے والے حنفی پر طعن تشنیع بے جا ہے اور ناجائز ہے اور اُس کی تفسیق وتضلیل ناروا ہے۔'' (فتاوی دارالعلوم دیوبند یعنی عزیز الفتاوی ج ۱ ص ۳۲۸ جواب سوال نمبر ۵۲۸)

کیا رضوان عزیز دیوبندی اپنے الفاظ کے اندھیرے میں مرزا طاہر و مرزا ناصر وغیرہما قادیانیوں کی نمازِ جنازہ پڑھنا جائز سمجھتے ہیں؟!

اب آلِ دیوبند ہی از راہِ انصاف غور کریں کہ مذکورہ دیوبندیوں کے فتوے یا عبارتیں قادیانیوں کے متعلق بھی یہی ہیں؟ اگر نہیں تو پھر رضوان عزیز دیوبندی کا اہلِ حدیث کی قادیانیوں کے ساتھ مماثلت ثابت کرنا یقیناً حماقت ہے۔

اس کے علاوہ میرے پاس اور بھی بہت سے حوالے موجود ہیں، نیز سرفراز صفدر دیوبندی کے بیٹے عبدالقدوس قارن دیوبندی نے لکھا ہے: ''مشہور اہل حدیث عالم مولانا محمد اسمٰعیل سلفی صاحبؒ اور اثری صاحب کے استاد محترم محدث گوندلویؒ کے جنازہ میں نصف کے قریب قریب حنفی حضرات شریک تھے اور...'' (مجذوبانہ واویلا ص ۲۹۰)

سید امین گیلانی دیوبندی نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور اہلِ حدیث عالم مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کے درمیان ہونے والا ایک مکالمہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: ''رسمی خیریت کے بعد مولانا نے فرمایا شاہ جی یہ تو بتائیں کہ میں نے ہمیشہ قادیانیوں کے خلاف کام کیا۔ تحریریں لکھیں مناظرے کیے مقابلہ کیا۔ ساری زندگی اسی کام میں لگا رہا آپ نے مجھے قادیان کانفرس میں کیوں نہ بلایا۔ مجھے اس بات کا بہت افسوس ہے آپ نے میری خدمات کا لحاظ نہ کیا اور اس قدر بے توجہی برتی۔ بات بڑی معقول تھی میں نے بھی دل میں مولانا کو اس سوال پر برسرحق سمجھا اور خیال کیا دیکھیں شاہ جی کیا وجہ پیش کرتے ہیں۔ مگر شاہ جی کا یہ حال تھا کہ دستی رومال جو ان کے ہاتھ میں تھا اسے دونوں ہاتھوں سے مسلتے رہے اور گردن جھکا کر یہی کہتے رہے حضرت اس بے توجہی پر بہت شرمندہ ہوں بس کچھ صورت حال ہی ایسی تھی کہ میں معافی کا خواستگار ہوں اور پوری جماعت کی طرف سے اس کوتاہی پر معافی چاہتا ہوں آپ ہمارے بزرگ ہیں۔ اس غلطی کو نظر انداز فرمائیں آپ کی اس سلسلہ میں خدمات روز روشن کی طرح عیاں ہیں بس بھول ہوگئی حضرت معاف فرمائیں اس بار بار معافی کی التجا پر حضرت مولانا کے چہرہ پر جو کبیدگی کی سلوٹیں تھیں کھلتی گئی اور آخر چہرہ پر طمانیت وسکون پھر انبساط کی لہر دوڑ گئی۔ شاہ جی نے رخصت چاہی دونوں بزرگ کشادہ پیشانی سے بغلگیر ہوئے اور شاہ جی واپس ہوئے۔'' (بخاری کی باتیں، تالیف سید امین گیلانی ص ۱۳۱۔۱۳۲)

حافظ زبیر علی زئی

عبدالرحمٰن بن ابی الزناد المدنی رحمہ اللہ

زمانۂ تبع تابعین میں ایک مشہور راوی عبدالرحمٰن بن ابی الزناد المدنی رحمہ اللہ تھے، جن کے بارے میں جرح اور تعدیل کے لحاظ سے محدثین کرام کا اختلاف ہے۔

اس تحقیقی مضمون میں جرح اور تعدیل کا جائزہ لے کر یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابی الزناد جمہور محدثین کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث راوی ہیں:

نام ونسب: ابو محمد عبدالرحمٰن بن ابی الزناد (عبداللہ بن ذکوان القرشی المدنی رحمہ اللہ)

ولادت: ۱۰۰ھ

اساتذہ: سہیل بن ابی صالح، ابوالزناد، اوزاعی، محمد بن یوسف الکندی، موسیٰ بن عقبہ اور ہشام بن عروہ۔ وغیرہم رحمہم اللہ

تلامذہ: ابواسامہ حماد بن اسامہ، سعید بن منصور، ابوداود الطیالسی، سلیمان بن داود الہاشمی، عبداللہ بن وھب، ھناد بن السری اور ابوالولید الطیالسی وغیرہم۔ رحمہم اللہ

جرح: جرح وثبوتِ جرح کی تحقیق وتفصیل درج ذیل ہے:

۱: احمد بن حنبل، **قال: "مضطرب الحدیث"** (کتاب الجرح والتعدیل ۵/۲۵۲ وسندہ صحیح)

۲: یحییٰ بن معین، **قال: "لا یحتج بحدیثه"** (تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری: ۱۲۱۱)

وقال: **ضعیف** (تاریخ بغداد ۱۰/۲۲۸ وسندہ صحیح)

وقال: **"لایسوي حدیث ابن أبی الزناد فلسًا"**

ابن ابی الزناد کی حدیث ایک ٹیڈی کے برابر نہیں ہے۔

(الضعفاء لابی زرعہ/سوالات البرذعی ج ۲ ص ۴۲۵ وسندہ صحیح)

اس کے مقابلے میں امام ابن معین سے توثیقی قول بھی ثابت ہے۔ دیکھئے توثیق وتعدیل: ۳

۳: ابوحاتم الرازی، **قال: "یکتب حدیثه ولا یحتج به......"** (الجرح والتعدیل ۵/۲۵۲)

۴:عبدالرحمٰن بن مہدی، كان لا يحدّث عنه (الجرح والتعدیل ۲۵۲/۵ وسندہ صحیح)

۵:علی بن المدینی،قال :''كان عندأصحابنا ضعيفًا ''

(سوالات محمد بن عثمان بن ابی شیبہ: ۱۶۵، تاریخ بغداد ۲۲۹/۱۰ وسندہ حسن واللفظ لہ)

۶:نسائی،قال :''ضعيف ''(کتاب الضعفاء والمتروکین: ۳۶۷)

۷:عمرو بن علی الفلاس،قال :''فيه ضعف ،و ماحدّث بالمدينة أصح مماحدّث ببغداد ''(تاریخ بغداد ۲۲۹/۱۰ ت ۵۳۵۹ وسندہ صحیح)

۸:ابن حبان (ذکرہ فی المجروحین ۵۶/۲ وجرحہ بکلام شدید)

۹:محمد بن سعد،قال :''و كان يضعّف لروايته عن أبيه ''(طبقات ابن سعد ۳۲۴/۷)

یہ قول امام ابن معین کے قول کے خلاف ہے۔(دیکھئے توثیق وتعدیل:۳)

۱۰: ابوزرعہ الرازی (دیکھئے کتاب الضعفاء لابی زرعہ ص ۴۲۴۔۴۲۵، الجرح والتعدیل ۲۵۲/۵۔۲۵۳)

۱۱: عقیلی (ذکرہ فی کتاب الضعفاء)

۱۲: ابن الجوزی (ذکرہ فی کتاب الضعفاء والمتروکین)

۱۳:ابن القطان الفاسی (بیان الوھم والایھام ج ۳ ص ۴۳۶ ح ۱۱۸۸)

۱۴: ابن عدی (ذکرہ فی الکامل وتکلم فیہ)

۱۵:ابواحمد الحاکم،نقل عنه بأنه قال:''ليس بالحا فظ عند هم ''

☆ زکریا الساجی،قال:''فيه ضعف،ماحدث بـا لمد ينة أصح مماحدّث ببغداد ''(تاریخ بغداد ۲۳۰/۱۰ وسندہ ضعیف)

اس کی سند میں ابوالحسن محمد بن احمد بن محمد بن جعفر بن محمد بن عبدالملک الادمی مجروح ہے۔(دیکھئے تاریخ بغداد ۳۴۹/۱ ت ۲۷۲، ودافع عنہ الیمانی فی التنکیل ۳۹۰/۱ ت ۱۸۷۔۱۸۸[!])

تنبیہ: اگر اس سند کا حسن ہونا تسلیم کر لیا جائے تو عرض ہے کہ کتاب العلل للساجی میں (اور تاریخ بغداد وغیرہ میں اس سند کے ساتھ) امام ابوحنیفہ وغیرہ پر بھی جرح مروی ہے۔اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟

☆ ابن الاثیر،قال: ''**شیخ مقرئ متصدر معروف** ''(غایۃ النہایہ ۲/ ۸۳ ت ۲۷۸۷)

☆ صالح بن محمد البغد ادی عرف جزرہ سے روایت ہے کہ ''**قد روی عن أبیه أشیاء لم یروها غیره، وتکلم فیه مالك بن أنس بسبب روایته کتاب السبعة عن أبیه** ......''(تاریخ بغداد ۱۰/ ۲۳۰ وسندہ ضعیف)

اس روایت میں ابوالحسین محمد بن ابی طالب بن علی النسفی کی توثیق مطلوب ہے۔

☆ بعض الناس نے حافظ ذہبی سے جرح نقل کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن راجح یہی ہے کہ ذہبی سے عبدالرحمٰن بن ابی الزناد کی توثیق (بمعنی حسن الحدیث) ثابت ہے۔

☆ بعض الناس نے یحییٰ بن سعید القطان سے بھی جرح نقل کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن اس نقل میں نظر ہے۔

☆ حافظ نورالدین ہیثمی رحمہ اللہ نے بعض جگہ عبدالرحمٰن مذکور کو ضعیف لکھا ہے۔

(مثلاً دیکھئے مجمع الزوائد ۱/ ۱۴۳، ۲/ ۴۸)

ایک جگہ لکھا ہے: ''**وضعفه الجمهور** '' (مجمع الزوائد ۴/ ۲۲۴)!!

اور ایک جگہ ''**حدیثه حسن وفیه ضعف**'' لکھا ہے۔(مجمع الزوائد ۱۰/ ٦٦)

یہ اقوال باہم متعارض اور حافظ ابن حجر و جمہور کے مخالف ہو کر ساقط و نا قابلِ حجت ہیں۔

☆ بعض الناس نے امام طحاوی کی طرف سے ابن ابی الزناد پر جرح منسوب کی ہے، لیکن اس انتساب میں نظر ہے اور خود طحاوی نے ابن ابی الزناد کی روایات سے استدلال کیا ہے۔

(دیکھئے شرح معانی الآثار ۱/ ۲۹٦، باب الوتر کا آخر)

۱٦: یعقوب بن شیبہ، قال: ''**ففي حدیثه ضعف** '' (تاریخ بغداد ۱۰/ ۲۲۹ وسندہ صحیح)

۱۷: ابن عبدالبر، قال: ''**ضعیف لا یحتج به** ......''(التمہید ۲۲/ ۲۰۹)

☆ بوصیری (ضعفہ فی زوائد ابن ماجہ: ۲۲۳۷، مصباح الزجاجہ: ۷۴۵)

وقال في حدیثه: ''وهو حدیث رواته ثقات''(اتحاف الخیرۃ المہرۃ ٦/ ۲٦۵ ح ٦۲٦۱)

توثیق وتعدیل: سترہ(۱۷)علماء کی جرح کے بعد اب جمہور کی توثیق پیشِ خدمت ہے:

۱:امام مالک بن انس المدنی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: میں کس سے علم سنوں؟ آپ نے فرمایا:
''عليك بابن أبي الزناد ''ابن ابی الزناد کولازم پکڑلو۔

(تاریخ بغداد ۱۰/۲۲۸ وسندہ حسن، موسیٰ بن سلمہ بن ابی مریم وثقہ ابن حبان والذھبی فی الکاشف فھو حسن الحدیث)

۲:ترمذی،قال : ''وهو ثقة حافظ ''(سنن ترمذی:۱۷۵۵)

۳:یحییٰ بن معین،قال :

''أثبت الناس فيهشام بن عروة :عبد الرحمن بن أبي الزناد ''
ہشام بن عروہ سے روایت میں،لوگوں میں سب سے زیادہ ثقہ عبدالرحمٰن بن ابی الزناد ہیں
(تاریخ بغداد ۱۰/۲۲۸ وسندہ حسن)

۴:علی بن المدینی قال :

''حديثه بالمدينة حديث مقارب وماحدث به بالعراق فهو مضطرب ''
وقال : ''وقد نظرت فيما روى عنه سليمان بن داؤد الهاشمي فرأيتها متقاربة'' ان کی مدینہ میں حدیث قریب قریب (یعنی حسن) ہے اوران کی عراق والی حدیثوں میں اضطراب ہے، میں نے دیکھا کہ سلیمان بن داود الہاشمی کی ان سے روایتیں قریب قریب (حسن) ہیں۔ (تاریخ بغداد ۱۰/۲۲۹ وسندہ صحیح)

۵:ابن شاہین (ذکرہ فی کتاب الثقات)

۶:عجلی،قال : ''ثقة''(تاریخ الثقات بترتیب الہیثمی والعسقلانی:۹۵۲)

۷:ابن خزیمہ (روی لہ فی صحیحہ:۵۸۴)

۸:احمد بن حنبل،صحح حديثه(علل الخلال بحوالہ نصب الرایہ ۱/۴۱۲)

۹:بخاری

(انھوں نے صحیح بخاری میں کئی جگہ ابن ابی الزناد کا نام لے کر تعلیقات میں روایات ذکر کیں)

۱۰:سلیمان بن داود الہاشمی نے ابن ابی الزناد کی حدیثِ رفع الیدین کے بارے میں فرمایا:
''هذا عند نا مثل حديث الزهري عن سالم عن أبيه ''

یہ ہمارے نزدیک زہری عن سالم عن ابیہ کی طرح ہے۔(سنن ترمذی:۳۴۲۳ وسندہ صحیح)

۱۱: حاکم (صحح حديثه في المستدرك ۱/۵۷ح ۲۵۲ و وافقه الذهبي)

۱۲: بیہقی، قال في حديثه: ''وهذا إسناد صحيح موصول'' (السنن الصغیر ۱/۲۴۰ ح ۴۷۴)

۱۳: ابونعیم الاصبہانی (روی لہ فی المسند المستخرج ج ۱ص۴۴ ح ۲۱)

۱۴: ابن تیمیہ (ابن ابی الزناد کی حدیث کو صحیح کہا) [دیکھئے الفتاوی الکبریٰ ص ۱۰۵، اور مجموع فتاویٰ ۲۲/ ۴۵۳]

۱۵: ابن حبان (ابن ابی الزناد کی حدیث کو صحیح کہا۔(دیکھئے عمدۃ القاری للعینی ۵/۷۷ تحت ح ۳۹۷)

۱۶: حافظ ذہبی نے کہا: ''وحديثه من قبيل الحسن''

اوران کی حدیث حسن کی قسم سے ہے۔(سیر اعلام النبلاء ۸/ ۱۶۸)

اور فرمایا: ''حسن الحديث'' (النبلاء ۸/ ۱۷۰، دیوان الضعفاء والمتروکین ۲/ ۱۰۰ ت ۲۴۶۲)

اور ابن ابی الزناد کی بیان کردہ ایک حدیث کے بارے میں کہا:

''وإسناده حسن'' اور اس کی سند حسن ہے۔(تاریخ الاسلام ج اص ۴۲۲)

۱۸: حافظ ابن حجر العسقلانی نے ابن ابی الزناد کی ایک حدیث کو ''هذا حديث حسن صحيح'' کہا۔ اور فرمایا: ''قال الترمذي: حسن صحيح وهو حديث عبد الرحمن بن أبي الزناد، يعني: تفرد به وهو ثقة عند الجمهور وتكلم فيه بعضهم بما لا يقدح فيه ......'' ترمذی نے کہا: حسن صحیح اور یہ عبدالرحمٰن بن ابی الزناد کی حدیث ہے، یعنی ان کا تفرد ہے اور وہ جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں اور بعض نے ان کے بارے میں کلام کیا ہے جو قادح (یعنی مضر) نہیں ہے۔(نتائج الافکار فی تخریج احادیث الاذکار ج اص ۲۹۹)

نیز دیکھئے فتح الباری (۱/ ۳۴۶ ح ۲۳۸، ۱۳/ ۳۴۱ ح ۷۳۶۹) اور تغلیق التعلیق (۲/ ۴۳)

حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں کہا: ''صدوق تغيّر حفظه لما قدم بغداد وكان فقيهًا'' بہت سچے ہیں، جب آپ بغداد تشریف لائے تو آپ کا حافظہ متغیّر ہو گیا اور آپ فقیہ تھے۔(۳۸۶۱)

سابقہ عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ تغیّرِ حفظ کی وجہ سے ابن ابی الزناد کی حدیث

ضعیف نہیں ہوئی، بلکہ حسن لذاتہ کے درجہ پر ہے، لہٰذا یہاں تغیّرِ حفظ مضر نہیں ہے۔
☆ حافظ ابن حجر نے بغیر کسی سند کے آجری (مجہول الحال) سے نقل کیا کہ ابوداود نے فرمایا:
''کا ن عالمًا بالقرآن عالمًا با لأخبار ''
وہ (ابن ابی الزناد) قرآن کے عالم تھے، احادیث کے عالم تھے۔ (تہذیب التہذیب ۱۷۲/۶)
یہ حوالہ غیر ثابت ہونے کی وجہ سے نا قابلِ اعتماد ہے۔
☆ بعض لوگ امام ابوداود کا سنن ابی داود میں کسی روایت پر سکوت سے، اس روایت کو ابوداود کے نزدیک حسن ہونے کی دلیل سمجھتے ہیں۔ (مثلاً دیکھئے درس ترمذی ج۱ص۶۹)
راجح یہی ہے کہ سکوتِ ابی داود حجت نہیں ہے، لہٰذا یہ حوالہ بھی نا قابلِ اعتماد ہے۔
۱۸: ابومحمد عبداللہ بن علی بن الجارود النیسابوری (متوفی ۳۰۷ھ) المعروف بابن الجارود
(روی لہ فی صحیحہ المعروف بالمنتقٰی: ۸۵ فھو صحیح الحدیث عندہ)
۱۹: عینی حنفی (صحح لہ فی عمدۃ القاری ۱۶۷/۳ ح ۲۳۸۔۲۳۹)
۲۰: الضیاء المقدسی (روی لہ فی المختارۃ ۴۳۹/۱ ح ۳۱۵)
☆ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی کی طرف منسوب الموطأ میں لکھا ہوا ہے:
''أخبرنا عبد الرحمن بن أبی الزناد عن أبیه عن ......
قال محمد : وبھذا نأخذ وھو قول أبی حنیفة والعامة من فقھاء نا ''
(الموطأ ۱۲۹/۲ ح ۶۶۵ طبع مکتبۃ البشریٰ کراچی۔ پاکستان)
ابن ابی الزناد کی ایک حدیث کے بارے میں عینی حنفی نے کہا:
''وبھذا الحدیث استدل أصحابنا أن المسح علٰی ظھر الخفین ...''
اور اس حدیث کے ساتھ ہی ہمارے اصحاب (حنفیہ) نے استدلال کیا ہے کہ موزوں کی پشت پر مسح کرنا چاہئے.... (شرح سنن ابی داود ج۱ص۳۸۱)
نیموی تقلیدی نے آثار السنن میں ابن ابی الزناد کی ایک حدیث کو صحیح (ح ۶۲۴) اور ایک کو حسن (ح ۶۲۳) کہا۔

خلاصۃ التحقیق یہ ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابی الزناد کی بیان کردہ حدیث حسن لذاتہ ہوتی ہے اور سلیمان بن داود الہاشمی واہلِ مدینہ کی اُن سے روایت صحیح ہوتی ہے، اِلا یہ کہ کسی خاص روایت میں ان کا وہم یا اس روایت کا معلول ہونا محدثین کرام سے ثابت ہو جائے تو خاص کے عام پر مقدم ہونے کے اصول سے وہ روایت مستثنیٰ ہو گی اور باقی تمام روایات پر حسن یا صحیح والا اصول جاری رہے گا۔ **والحمد للّٰہ**

وفات: ۱۷۴ھ بمقام بغداد (عراق) رحمہ اللہ (۲۹/ جنوری ۲۰۱۱ء)

حافظ زبیر علی زئی

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا ایک مباہلہ اور ابن عربی صوفی

سخاوی نے لکھا ہے کہ حافظ ابن حجر العسقلانی (رحمہ اللہ) علانیہ ابن عربی اور اس جیسے لوگوں پر رد کرتے تھے...ایک دفعہ آپ کا ابن عربی کے ایک معتقد سے مباہلہ ہوا تھا تو وہ شخص سال ختم ہونے سے پہلے ہی ہلاک ہو گیا تھا۔ (الجواہر والدرر ۳/ ۱۰۴۷۔۱۰۴۸)

سخاوی نے مزید لکھا ہے کہ حافظ ابن حجر نے ابن عربی کے ایک جیالے سے بحث و مباحثہ کیا اور ابن عربی کو اس کے بُرے کلام کی وجہ سے بُرا کہا...پھر کہا: آؤ ہم دونوں مباہلہ کر لیں، عام طور پر دو مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہوتا ہے وہ مصیبت کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس آدمی نے کہا: اے اللہ! اگر ابن عربی گمراہ تھا تو تُو مجھ پر لعنت فرما۔ اور حافظ ابن حجر نے کہا: اے اللہ! اگر ابن عربی ہدایت پر تھا تو تُو مجھ پر لعنت فرما۔ وہ معاند شخص روضہ میں رہتا تھا، وہ رات کو کسی مہمان کے ساتھ گھر سے باہر نکلا اور واپسی پر کہنے لگا کہ مجھے کسی چیز نے پاؤں پر ڈس لیا ہے، جب وہ گھر پہنچا تو اندھا ہو گیا تھا اور صبح سے پہلے مر گیا۔ مباہلہ رمضان ۷۹۷ھ میں ہوا تھا اور وہ شخص ذوالقعدہ ۷۹۷ھ میں مر گیا تھا۔ (ملخصاً از الجواہر والدرر ج۳ ص۱۰۰۱۔۱۰۰۲)

اس مباہلے کا ذکر حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں بھی کیا ہے۔

(دیکھئے ج۸ ص۹۵ ح۴۳۸۰۔۴۳۸۲ باب قصۃ أھل نجران، کتاب المغازی)

حافظ زبیر علی زئی

حافظ ابن حجر اور حنفیہ کی تلواریں

☆ سخاوی نے لکھا ہے کہ بعض حنفیہ نے حافظ ابن حجر العسقلانی (رحمہ اللہ) سے پوچھا: ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کتنی تعداد میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: صرف انس (بن مالک رضی اللہ عنہ) سے۔ پوچھنے والے نے کہا: ہمارے علماء تو سات یا چودہ (صحابیوں) تک یہ تعداد پہنچاتے ہیں؟ تو حافظ ابن حجر نے فرمایا: ''**من يقدر ينازعكم و أنتم أصحاب السيف والرمح والخوذة ؟ والذي أعرفه ما قلته لك.**''
تمہارے ساتھ کون اختلاف کرسکتا ہے۔تم تو تلوار، نیزے اور لوہے کے خود (یعنی حکومت و اقتدار) والے ہو؟! جو میں جانتا ہوں وہ میں نے تجھے بتا دیا ہے۔

(الجواہر والدرر للسخاوی ۹۸۶/۳)

معلوم ہوا کہ گزشتہ ادوار میں حنفی حکمرانوں نے طاقت اور جبر کے زور پر لوگوں کو دبا رکھا تھا۔
تنبیہ: کتاب الکنی لابی احمد الحاکم میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ملاقات والی روایت ضعیف و مردود ہے۔ (دیکھئے توضیح الاحکام ج۲ ص۴۰۵)
اور غالباً یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجر نے امام ابوحنیفہ کے بارے میں فرمایا: ''**فقيه مشهور، من السادسة**'' فقیہ مشہور، چھٹے طبقے میں سے ہیں۔ (تقریب التہذیب: ۷۱۵۳)
اور چھٹے طبقے کے بارے میں کہا: ''**طبقة عاصروا الخامسة، لكن لم يثبت لهم لقاء أحد من الصحابة كابن جريج**'' یہ وہ طبقہ ہے جو طبقۂ خامسہ کے معاصرین تھے، لیکن ان میں سے کسی ایک کی بھی صحابہ میں سے کسی ایک صحابی سے بھی ملاقات ثابت نہیں ہے، جیسے ابن جریج۔ (تقریب التہذیب ص۱۵، مقدمۃ المؤلف)
یعنی حافظ ابن حجر نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے امام ابوحنیفہ کی مبیّنہ ملاقات کے بارے میں رجوع کرلیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کا انجام

﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا﴾
اوراس دن (کو یاد کرو) جب ظالم اپنے دونوں ہاتھوں کو چبا چبا کر کہے گا: ہائے افسوس! میں نے رسول کی راہ اختیار کی ہوتی۔ (الفرقان:۲۷)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اُس ظالم شخص کی ندامت کے متعلق خبر دی ہے، جس نے رسول اللہ ﷺ کے طریقے اور آپ ﷺ کے لائے ہوئے کھلے حق سے ہٹ کر رسول اللہ ﷺ کی راہ کے سوا دوسری راہوں کو اختیار کر لیا تھا۔ قیامت والے دن یہ بہت ہی نادم ہوگا، لیکن اُس دن کی ندامت اسے کوئی فائدہ نہیں دے گی اور حسرت وافسوس کے ساتھ یہ اپنے ہاتھ چبائے گا۔ اس کا سبب نزول عقبہ بن ابی معیط کے بارے میں ہو یا کسی اور کے بارے میں، لیکن حکم کے اعتبار سے یہ ہر ایسے ظالم کو شامل ہے جو اطاعت واتباع سے انحراف وروگردانی کرتا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:
﴿ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ○ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَ نَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا﴾ (الاحزاب:۶۶-۶۷)
پس ہر ظالم قیامت کے دن انتہائی زیادہ نادم ہوگا اور اپنے ہاتھوں کو ﴿يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ○ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا﴾ کہتے ہوئے چبائے گا۔ (تفسیر ابن کثیر ج۴ ص۵۹۴-۵۹۵)

اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دینے والا راستہ رسول اللہ ﷺ کا ہی راستہ ہے، جیسا کہ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے صراحت کی ہے۔ (دیکھئے تفسیر الطبری ج۸ ص۱۰۵)
یعنی جس نے بھی رسول اللہ ﷺ کے راستے کو چھوڑ کر کوئی دوسرا راستہ اپنایا تو وہ قیامت والے دن ظالم ہوگا اور اپنے ہاتھوں کو حسرت وافسوس کی وجہ سے چبائے گا۔

کلمۃ الحدیث — حافظ زبیر علی زئی

شریعتِ اسلامیہ میں شاتمِ رسول کی سزا

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک صحابی نے اپنی لونڈی (جس سے ان کی اولاد بھی تھی) کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی پر قتل کر دیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((**ألا اشهدوا إن دمها هدر.**)) سنو (اور) گواہ رہو! بے شک اس (عورت) کا خون ضائع ہو گیا ہے۔ (سنن ابی داود: ۴۳۶۱ وسندہ صحیح)

سیدنا ابو برزہ الاسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے (سیدنا) ابوبکر الصدیق (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں غلیظ الفاظ استعمال کئے (یعنی ان کی گستاخی کی) تو انھوں (ابو برزہ رضی اللہ عنہ) نے کہا: کیا میں اس آدمی کی گردن نہ کاٹ دوں؟ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے انھیں سختی سے منع کیا اور فرمایا: ''**ما هي لأحد بعد رسول الله** صلی اللہ علیہ وسلم'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔ (مسند احمد ۱/ ۹ ح ۵۴، سنن النسائی ۷/ ۱۰۸ ح ۴۰۷۶ وسندہ صحیح)

ان روایات اور دیگر دلائل سے ثابت ہے کہ جو شخص سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے (اور یہ بات واضح دلیل سے ثابت ہو جائے) تو شریعتِ اسلامیہ میں ایسے شخص کو قتل کیا جائے گا، چاہے وہ پہلے مسلمان بنا ہوا تھا یا کہ صریح کافر و غیر مسلم تھا۔

جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے، اس کے بارے میں اہلِ سنت کے مشہور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: ''**تضرب عنقه**'' اس کی گردن ماردی جائے یعنی اسے قتل کر دیا جائے۔ پھر انھوں نے مذکورہ بالا حدیثِ ابی برزہ رضی اللہ عنہ سے استدلال کیا۔

(دیکھئے مسائل عبداللہ بن احمد بن حنبل ج ۳ ص ۱۲۹۲۔۱۲۹۳ فقرہ: ۱۷۹۴۔۱۷۹۵)

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس مسئلے پر ایک عظیم الشان کتاب لکھی ہے:

''**الصارم المسلول علٰی شاتم الرسول** صلی اللہ علیہ وسلم''